اعتقادی و اصلاحی موضوع پر نایاب علمی رسالہ

التوسل واحکامہ وانواعہ

تالیف

شیخ الاسلام امام محمد عابد السندی الانصاری الحنفی

رئیس علماء المدینۃ المنورہ فی عصرہ المتوفی ۱۲۵۷ھ

تخریج و تحقیق

مفتی ابن مفتی، مفتی محمد جان نعیمی مدظلہ

ترجمہ

فضیلۃ الاستاذ مفتی ابو محمد اعجاز احمد

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

اعتقادی و اصلاحی موضوع پر نایاب علمی رسالہ

التوسّل

واحکامہ وانواعہ

﴿تالیف﴾

شیخ الاسلام

امام محمد عابد السندی الانصاری

رئیس علماء المدینۃ المنورۃ فی عصرہ المتوفیٰ ۱۲۵۷ھ

﴿ترجمہ﴾

فضیلۃ الاستاذ مفتی ابو محمد اعجاز احمد

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، رابطہ: 021-32439799

نام کتاب : التوسل و أحكامه و أنواعه

تصنیف : شیخ الاسلام امام محمد عابد السندی الانصاری

ترجمہ : فضیلۃ الاستاذ مفتی ابو محمد اعجاز احمد

سن اشاعت : رمضان المبارک 1435ھ۔ جولائی 2014ء

سلسلۂ اشاعت نمبر : 243

تعداد اشاعت : 3700

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیش لفظ

الحمد لله ربّ العالمین و الصلوة و السلام علی رسوله الکریم

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) نے شروع سے اپنے قارئین کو مختلف عنوانات پر مواد دیا ہے تاکہ اُن کے عقائد واعمال کے اصلاح ہو، اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ رسالہ "التوسل" بھی ہے جو ہمارے اس خطے کے ایک عظیم عالم، فقیہ، محقق، محدّث علامہ محمد عابد انصاری سندھی حنفی متوفی ۱۲۵۷ھ کی تصنیف ہے جو پیدا تو یہاں ہوئے مگر اپنی زندگی کا زیادہ حصہ عرب میں گزارا یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں اپنے وقت میں علماء کے سردار قرار پائے، آپ نے مختلف عنوانات پر کئی کتب ورسائل تصنیف فرمائے ہیں جن میں "طوالع الانوار شرح الدر المختار" بھی ہے جو دنیا میں "در مختار" کی سب سے بڑی شرح ہے، جس پر بفضلہٖ تعالیٰ اس ادارے میں ایک عرصے سے تخریج وتحقیق کا کام جاری ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی چند تصنیفات درج ذیل ہیں:

منحة الباري فی جمع روایات البخاري، شرح تفسیر البیضاوی لثلاثة اجزاء من القرآن الکریم، ترتیب مسند الامام ابي حنیفة بروایة الحصکفي، المواهب اللطیفة فی شرح مسند الامام ابي حنیفة، ترتیب مسند الامام الشافعي، سُلافة الالفاظ فی مسالك الحُفّاظ، مجالس الابرار، حصر الشارد من اسانید محمد عابد، کفُّ الاماني عن سماع الاغاني، الخیر العام فی احکام الحمّام، منال الرجاء فی شروط الاستنجاء، نافع الخلق فی الطب، غُنیة الزکي فی مسألة الوصي، القول الجمیل فی ابانة الفرق بین تعلیق الزوج وتعلیق الوکیل، فكّ المِحنة بمعالجة الحُقنة

اور مخدوم محمد عابد علیہ الرحمہ کے پانچ رسائل کی برادرم حضرت علامہ مفتی محمد جان نعیمی

مدظلہ نے بڑی محنت سے تخریج وتحقیق فرمائی تھی اوراس کی طباعت کاانتظام بھی فرمایا تھاپھر برادرم حضرت علامہ مفتی محمد اعجاز اویسی مدظلہ نے ان کا اردو زبان میں ترجمہ فرمایا جو طباعت کے زیور سے آراستہ ہوئے۔جن کے نام درج ذیل ہیں:

الصارم المسلول علی من انکر التسمية بعبد النبي وعبد الرسول

رسالة فی کرامات الاولیاء والتصدیق بها

رسالة فی حکم اطعام الطعام فی مناسبات الفرح او الترّح

التوسل وأحكامه وأنواعه

رسالة فی تقبیل الصحابة ید رسول اللهﷺ ورأسه الشریف

اُن میں سے ایک رسالہ جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۲۴۳ ویں نمبر پر شائع کررہی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف، محقق، مترجم اور اراکین ادارہ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

محمد عطاء اللہ نعیمی

خادم الحدیث والافتاء

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

شیخ الاسلام الفقیہ الامام

محمد عابد السندی الانصاری المدنی علیہ الرحمہ

نام ونسب :

محمد عابد بن احمد علی بن محمد مراد بن محمد یعقوب ایوبی انصاری سندی، علمائے کرام کے درمیان آپ شیخ محمد عابد سندی کے نام سے معروف ہیں، آپ علیہ الرحمہ کی نسبتوں میں ایوبی وانصاری کی نسبتیں دراصل صحابی رسول حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہیں کیونکہ آپ انہی کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔

پیدائش :

آپ علیہ الرحمہ پاکستان کے موجودہ صوبے سندھ کے ایک معروف شہر "سیوھن" [اسے سیون اور سیوستان بھی کہتے ہیں] میں جو کہ حیدرآباد کے شمال میں واقع ہے پیدا ہوئے، اِسی نسبت سے آپ سندی [سندھی] کہلائے، بعض مؤرخین نے آپ علیہ الرحمہ کے نام کے ساتھ مکی، مدنی ،یمنی اور زبیدی نسبتوں کا بھی ذکر کیا ہے تو یہ تمام نسبتیں باعتبار سکونت کے ہیں۔

سیوھن وہ مشہور زمانہ علاقہ ہے جہاں سے بہت سے نابغہ روزگار اشخاص صفحات تاریخ کی رونق بنے اور دین اسلام کی تبلیغ واشاعت میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، انہی حضرات ذی وقار میں ملک پاکستان کی ایک نمایاں روحانی ہستی حضرت سیدنا عثمان مروندی المعروف سیدنا لعل شہباز قلندر نور اللہ ضریحہ کی ہے، آپ علیہ الرحمہ نے بھی دنیا کے مختلف ممالک میں سفر کے بعد اسی مقام کو مرکز تبلیغ بنایا اور یہاں رہتے ہوئے اطراف واکناف عالم میں اعلائے کلمۃ الحق کی صدائیں بلند کیں، الغرض یہ خطۂ ارضی زمانہ قدیم ہی سے اپنی اہمیت وافادیت کے پیش نظر اوراق

تاریخ کا ایک روشن وحسین باب رہا ہے۔

شجرہ نسب :

آپ علیہ الرحمہ کے پردادا حضرت شیخ محمد یعقوب انصاری علیہ الرحمہ نے اپنے شجرہ نسب کو باقاعدہ مرتب فرمایا پھر ان کے بیٹے اور شیخ محمد عابد سندی کے دادا شیخ الاسلام محمد مراد انصاری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "دفینۃ الطالب" میں اپنے نام کے اضافے کے ساتھ اسے شامل کیا، یہ کتاب چار ضخیم جلدوں میں مکتبہ محمودیہ میں مخطوط کی صورت میں موجود ہے، اسی کتاب کی چوتھی جلد کے صفحہ ۱۳۱ پر یہ شجرہ موجود ہے:

[شیخ محمدعابد بن شیخ احمد علی بن] محمد مراد المعروف القاضی الواعظ بن حافظ محمد یعقوب المعروف القاری بن محمود المعروف حافظ ممّون بن حاجی عبد الرحمن المعروف القاری بن عبد الرحیم زینت القراء بن محمد انس بن عبد اللّٰہ بن محمد جابر بن محمد خالد بن مالك بن ابو عوف بن حسان بن سالم بن اشعث بن متّ بن صحابی جلیل حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ وعن ذریتہ :

میزبان رسول حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب یوں ہے:

ابو ایوب خالد بن زید انصاری خزرجی نجاری عدوی بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد عمرو بن عوف بن غُنم بن مالك بن نجار بن ثعلبہ بن خزرج۔ (کذافی الطبقات لابن سعد)

شادی واولاد :

شیخ محمد عابد سندی انصاری علیہ الرحمہ ۱۲۰۸ھ میں اپنے چچا شیخ محمد حسین بن محمد مراد

انصاری علیہ الرحمہ کے ساتھ ہجرت کر کے یمن تشریف لے گئے اور وہاں ''حُدَیْدَۃ'' نامی علاقے میں سکونت اختیار کی، کچھ عرصے تک یہیں تحصیل علم میں مشغول رہے پھر امام یمن اور صنعاء کے حاکم منصور کے طلب کرنے پر ۱۲۱۳ھ میں صنعاء تشریف لے گئے، حاکم صنعاء نے آپ علیہ الرحمہ کی فن طب میں مہارت وشہرت کی وجہ سے بطور خاص انہیں اپنا طبیب مقرر کیا۔

اسی زمانے میں آپ نے حاکم صنعاء کے وزیر علی عماری کی بیٹی ''دھما'' سے شادی کی ،اکثر سیرت نگاروں کو تلاش وبسیار کے باوجود ان کی بیوی کے نام کے بارے میں معلوم نہ ہوسکا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں خود شیخ عابد سندی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک تحریر سے اس بارے میں پتہ چلا۔

وہ یوں کہ شیخ محمد عابد سندی علیہ الرحمہ کے پاس "مجمع الزوائد للهیثمی "کا ایک نسخہ تھا جو اس وقت مکتبہ محمودیہ میں تحت رقم ۲۵۷ موجود ہے، اس کی پہلی جلد کے ابتدائی صفحات پر شیخ نے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کے کچھ رسائل نقل کیے ہوئے ہیں، ان میں سے دوسرے نمبر پر رسالہ " بزوغ الهلال فی الخلال الموجبة لظلال " للسیوطی نقل کیا ہے ،اِسی کے اخیر میں شیخ نے اپنے ہاتھ سے یہ عبارت لکھی ہے:

هذا خط زوجتی دهما المرحومة بنت وزیر امام الیمن علی العماری المرحوم

یعنی یہ میری مرحومہ بیوی دھما کی تحریر ہے جو کہ امام یمن کے وزیر علی عماری مرحوم کی بیٹی تھی۔

علامہ قاضی شوکانی نے البدر الطالع ۱/۴۴۶ میں ان کے والد کے بارے میں لکھا ہے:

وزیر علی بن صالح عماری صنعانی ۱۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔

علامہ شوکانی نے اپنی کتاب میں ان کی بہت تعریف وتوصیف لکھی ہے، مزید تفصیل کے لیے اصل ماخذ کی طرف رجوع کریں۔

اکثر سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے کہ شیخ محمد عابد سندی علیہ الرحمہ کی کوئی اولاد نہیں تھی لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ کو ایک بیٹے اور ایک بیٹی سے نوازا تھا،

البتہ یہ دونوں بہت جلد انتقال کر گئے تھے۔

☆ شیخ محمد عابد سندی علیہ الرحمہ نے شرح صحیح مسلم کی جلد اول پر یہ تحریر لکھی تھی:

میں نے اس کتاب کو مع بقیہ اجزا کے علامہ صارم الدین سید ابراہیم بن سید عبداللہ حوثی کو فروخت کیا۔

حقیر محمد عابد سندی فی ذی القعدۃ ۱۲۳۰ھ

☆ اسی تحریر کے بعد علامہ ابراہیم حوثی علیہ الرحمہ کی درج ذیل تحریر بھی ملتی ہے:

میں نے اس شرح کو آنکھوں کی ٹھنڈک وجیہ الدین عبدالرحمٰن بن محمد عابد انصاری سندی کو ہبہ کیا۔

ابراہیم بن عبداللہ حوثی فی ذی القعدۃ ۱۲۳۰ھ

لہٰذا اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا ایک بیٹا عبدالرحمٰن نامی بھی تھا جسے علامہ ابراہیم حوثی علیہ الرحمہ نے شیخ عابد سندی علیہ الرحمہ سے کتاب خرید کر ہبہ کی تھی اور اس کے لیے اصلاح احوال کی دعا بھی فرمائی تھی، البتہ وہ بیٹا جلد ہی وصال کر گیا تھا۔

آج اگرچہ شیخ محمد عابد سندی انصاری علیہ الرحمہ کی اولاد جسمانی روئے زمین پر موجود نہ بھی ہو لیکن ان کی اولاد معنوی مثلاً کتابیں اور شاگردین کا سلسلہ علمی عالم اسلام کے ہر گوشے میں فیض آفریں ہے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس سلسلے کو روزِ قیامت تک یوں ہی ثمر بار رکھے۔ آمین

شیوخ واساتذہ کرام علیہم الرحمہ:

۱۔ شیخ الاسلام محمد مراد الانصاري السندي (شیخ عابد سندی کے دادا) [المتوفی ۱۱۹۸ھ]

۲۔ شیخ احمد علی بن شیخ الاسلام محمد مراد الانصاري (شیخ عابد سندی کے والد)

[المتوفی۱۲۰۲ھ]

۳۔ شیخ محمد حسین بن شیخ الاسلام محمد مراد الانصاري السندي (شیخ عابد سندی کے چچا) [المتوفی ۱۲۱۱ھ]

٤۔ شیخ صالح بن محمد بن نوح بن عبد الله بن عمر بن موسیٰ العمري الفلاني المدني [المتوفی۱۲۱۸ھ]

٥۔ شیخ احمد بن ادریس ابو العباس العرایشي الحسني المغربي [المتوفی ۱۲٥۳ھ]

٦۔ شیخ عبدالملك بن عبد المنعم بن محمد تاج الدین القلعي المکي المتوفی۱۲۲۸ھ]

۷۔ شیخ محمد زمان الثاني بن محبوب الصمد بن محمد زمان الاوّل السندي المتوفی ۱۲٤۷ھ]

۸۔ شیخ محمد طاهر بن شیخ محمد سعید بن محمد سنبل المکي الحنفي المتوفی ۱۲۱۸ھ]

۹۔ شیخ یوسف بن محمد بن علاء الدین المزجاجي الزبیدي الحنفي [المتوفی ۱۲۱۳ھ]

۱۰۔ شیخ صدیق بن علی المزجاجي الزبیدي الحنفي [المتوفی۱۲۲۹ھ]

شاگردین وتلامذہ علیہم الرحمہ :

۱۔ شیخ لطف الله بن احمد بن لطف الله بن احمد الصنعاني [المتوفی۱۲٤۳ھ]

۲۔ شیخ ابراهیم بن عبد القادر الریاحي المالکي [المتوفی۱۲۲۹ھ]

۳۔ شیخ قاضی ارتضی علی خان بن شیخ احمد مجتبی الهندي

[المتوفی ١٢٧٠ھ]

٤۔ شیخ ابراهیم بن محمد سعید المکي الفقیه الحنفي الکبیر [المتوفی ١٢٩٠ھ]

٥۔ شیخ جمال بن عبد الله بن شیخ عمر المکي [المتوفی ١٢٨٤ھ]

٦۔ شیخ داؤد بن سلیمان البغدادي النقشبندي الشافعي المشهور ابن جرجیس [المتوفی ١٢٩٩ھ]

٧۔ شیخ عارف الله بن حکمت الله الترکي الحنفي الحسیني المشهور بعارف حکمة [١٢٧٥ھ]

٨۔ شیخ عبد الغنی بن شیخ ابي سعید المجددي الدهلوي الحنفي [المتوفی ١٢٩٦ھ]

٩۔ شیخ علیم الدین بن شیخ العارف رفیع الدین العمري القندهاري [المتوفی ١٣١٦ھ]

١٠۔ شیخ برهان الحق بن محمد نور الحق الانصاري [المتوفی ١٢٨٦ھ]

١١۔ شیخ عبد الرحمن وجیه الدین ابو العباس بن شیخ محمد حسین السندي

١٢۔ شیخ محمد زمان الثاني السندي النقشبندي [المتوفی ١٢٤٧ھ]

تصنیف وتالیف کی صورت میں علمی جواہر پارے :

١۔ منحة الباري فی جمع روایات البخاري [صحیح بخاری کی بے مثال خدمت]

٢۔ شرح تفسیر البیضاوی لثلاثة اجزاء من القرآن الکریم

٣۔ ترتیب مسند الامام ابي حنیفة بروایة الحصکفي

٤۔ المواهب اللطیفة فی شرح مسند الامام ابي حنیفة [فقہ حنفی کی عظیم اساس]

٥۔ ترتیب مسند الامام الشافعي

۷۔ شرح تيسير الاصول مختصر جامع الاصول لابن الديبع

۸۔ شرح بلوغ المرام لامام ابن حجر العسقلاني

۹۔ كشف الباس عما رواه ابن عباس مشافهة عن سيد الناس

۱۰۔ سُلافة الالفاظ فی مسالك الحُفّاظ

۱۱۔ ايجاز الالفاظ لاعانة الحفاظ

۱۲۔ مجالس الابرار

۱۳۔ شرح ألفية السيوطي فی مصطلح الحديث

۱٤۔ حصر الشارد من اسانيد محمد عابد [شیوخ واساتذہ سے اخذ کردہ اسانید کا تذکرہ]

۱۵۔ روضة الناظرين فی اخبار الصالحين

۱٦۔ طوالع الانوار شرح الدر المختار [دُرِمختار کی سب سے ضخیم وفائق شرح]

۱۷۔ الابحاث فی مسائل الثلاث

۱۸۔ رسالة فی اخراج زكاة الحَبّ بالقيمة

۱۹۔ الزام عساكر الاسلام بالاقتصار على القلنسوة طاعة للامام

۲۰۔ تغيّر الراغب فی تحديد الوقف الخارب

۲۱۔ الحظّ الاوفر لمن اطاق الصوم فی السفر

۲۲۔ كفُّ الاماني عن سماع الاغاني

۲۳۔ الخير العام فی احكام الحمّام

۲٤۔ منال الرجاء فی شروط الاستنجاء

۲۵۔ نافع الخلق فی الطب

۲٦۔ غُنية الزّكي فی مسألة الوصي

۲۷۔ القول الجميل فی ابانة الفرق بين تعليق الزوج وتعليق الوكيل

۲۸۔ فكّ المِحنة بمعالجة الحُقْنة

۲۹۔ الصارم المسلول على من انكر التسمية بعبد النبی وعبد الرسول [مشمول کتاب ہذا]

۳۰۔ رسالة فی کرامات الاولیاء والتصدیق بها [مشمولہ کتاب ہذا]

۳۱۔ رسالة فی حکم اطعام الطعام فی مناسبات الفرح او الترّح [مشمولہ کتاب ہذا]

۳۲۔ التوسل وأحکامه وأنواعه [مشمولہ کتاب ہذا]

۳۳۔ رسالة فی تقبیل الصحابة ید رسول الله ﷺ ورأسه الشریف [مشمولہ کتاب ہذا]

وفات حسرت آیات:

شیخ محمد عابد سندی انصاری علیہ الرحمہ نے مختلف ممالک میں سکونت اختیار کی اور اسلام کی ترویج واشاعت میں اہم کردار ادا کیا اور دنیا کے اطراف واکناف سے آئے ہوئے بے شمار طالبان علم دین کو سیراب کیا لیکن آخر عمر مبارک میں، آپ نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی اور یہاں آپ کو علمائے مدینہ منورہ کا ''رئیس'' قرار دیا گیا پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی عطا کردہ توفیق سے اسی مدینۂ رسول میں سترہ ۱۷ ربیع الاوّل ۱۲۵۷ھ کو وصال فرمایا اور حضرت سیدنا امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مزار کے احاطے میں دار عقیل کی سمت تدفین کا شرف حاصل کیا، اِس طرح آپ علیہ الرحمہ کی خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ کو جنت البقیع میں مدفن کی سعادت عطا فرمائی۔

التوسّل
واحکامه وانواعه

الحمد للہ رب العالمین
و الصلوۃ و السلام علی خیر البریۃ
و سید المرسلین و آلہ وصحبہ أجمعین

﴿سوال﴾

میرے پاس ﴿أغثنی یا رسول اللہ ﷺ﴾ کے ذریعے خطاب واستغاثہ کرنے کے بارے میں سوال آیا، برابر ہے کہ پکارنے والا مدینہ منورہ میں موجود ہو یا اس سے باہر ہو (اس کا شرعی حکم کیا ہے)۔؟

پس اگر ایسی ندا کو جائز قرار دیا جائے تو کیا یہ معاملہ صرف حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہی خاص ہوگا یا دنیا بھر کے جمیع اولیاء اللہ کے لیے بھی روا ہوگا؟ مثلاً یوں پکارنا۔۔۔

﴿یاسیدی عبد القادر أغثنی﴾ اور ﴿یامولائی خواجہ نقشبند أدرکنی﴾ وغیرہ اور اس بارے میں کیا کہا جائے گا کہ مصائب سے خلاصی اور دیگر مشکلات سے نجات دینا تو صرف اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہی کے دست قدرت میں ہے اور کسی نبی اور ولی کو تو اس بارے میں اختیار نہیں دیا گیا؟

البتہ یہ مسلمہ ہے کہ انبیائے کرام واولیائے عظام میدانِ قیامت میں لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے لیکن یہ معاملہ تو صرف اُسی دن اور وہاں بھی اُس (اللہ تعالیٰ) کی اجازت کے ساتھ ہی خاص ہے جبکہ یہاں (دنیا میں) تو انہیں کوئی اِذن واجازت حاصل نہیں ہے۔

اس لیے اِن مقدس ہستیوں سے اپنی مشکلات ومصائب سے چھٹکارے وشفاعت کیلئے سوال کرنا گویا ایک ایسا فعل ہے جس کا کوئی فائدہ ہی نہیں بلکہ یہ درست ہی نہیں۔

پس کیا مذکورہ بالا کلام علمائے کرام کے نزدیک قابل قبول ہے؟ ہمیں اس بارے میں جواب مرحمت فرمائیں کہ لوگ اس مسئلے کے بارے میں بہت شش و پنج کا شکار ہیں اور انہیں قرآن وحدیث کی واضح نصوص مطلوب ہیں۔؟

جواب

میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی مدد سے کہتا ہوں اور اللہ بزرگ و برتر جل جلالہ کے علاوہ کوئی طاقت و قوت نہیں، اے اللہ جل جلالہ! ہمیں اُس کا علم عطا فرما جس کے بارے میں ہم نہیں جانتے اور ہمارے علم میں اضافہ فرما۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ

(آل عمران ۳، آیت ۸)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کر اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے اور ہمیں خاص اپنی طرف سے رحمت عطا فرما، بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد! یہ بات واضح رہے کہ ﴿أَغِثْنِي يَارَسُولَ اللّٰهِ﴾ کہنے کو قائل نے جو قابل اعتراض و بُرا اگردانا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ میّت کے شعور اور اس کی سماعت کا ہی انکار کرنے والا ہے۔

پس ایسوں کے لیے جواباً عرض ہے کہ کثیر صحیح و قابل اعتماد احادیث نبویہ اس بات کا تقاضہ کرتی ہیں کہ میّت کو مرنے کے بعد بھی شعور حاصل ہوتا ہے اور وہ (مردہ) آوازوں کو سنا بھی کرتا ہے۔

﴿1﴾ صحیح بخاری میں حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُونِىْ وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا ؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَىْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهُ صَعِقَ :

ترجمہ: جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور لوگ اسے اپنے کندھوں پر اٹھالیتے ہیں، پس اگر تو وہ نیک شخص ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو اور اگر وہ برا شخص ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ ہائے بد نصیبی! مجھے کہاں لے کر جارہے ہو؟ اس کی آواز کو انسان کے علاوہ ہر شئی سنتی ہے اور اگر انسان اسے سن لیں تو بے ہوش ہو جائیں۔

(صحیح بخاری، رقم ۱۳۱۴، سنن کبری، ۱/۲۷۰، مسند احمد ۳/۴۱)

پس یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ میّت کے کندھوں پر اٹھاتے ہی اُسے پتہ چل جاتا ہے اور پھر اُسے لے جاتے ہوئے بھی اس بات کا شعور ہوتا ہے نیز اسے یہ بھی بخوبی پتہ ہوتا ہے کہ اسے بھلائی ملی ہے یا برائی۔

﴿2﴾ امام بخاری (اپنی صحیح میں) مختصراً جبکہ امام طبرانی (معجم کبیر میں) مفصلاً حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

جنگ یمامہ کے روز جب لوگوں میں انتشار پھیلا تو میں نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے کہا اور اس وقت آپ نے خوشبو لگائی ہوئی تھی، کہ اے چچا جان! کیا آپ یہ ماجرا نہیں دیکھ رہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہم اس طرح حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ جنگ نہیں لڑا کرتے تھے جیسا کہ تم لوگوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ نامناسب سلوک کیا ہے، اے اللہ جل جلالہ! میں تیری بارگاہ میں ان لوگوں کے اعمال سے برأت ظاہر کرتا ہوں۔

پھر آپ اٹھے اور جنگ کرتے کرتے شہید ہو گئے، آپ کے بدن پر ایک قیمتی زِرہ موجود تھی تو ایک مسلمان شخص نے وہاں سے گزرتے ہوئے اسے لے لیا، اسی اثناء میں مسلمانوں میں سے ایک شخص سویا ہوا تھا تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اس کے خواب میں تشریف لائے اور کہا میں تجھے

ایک کام کی وصیت کرتا ہوں لیکن اگر تو نے اسے محض خواب گمان کیا تو اسے ضائع کردے گا۔

إِنِّی لَمَّا قُتِلْتُ أَخَذَ دِرْعِی فُلَانٌ وَمَنْزِلُهُ فِی أَقْصَی النَّاسِ وَعِنْدَ خِبَائِهِ فَرَسٌ تَسْتَنُّ وَقَدْ كَفَا عَلَى الدِّرْعِ بُرْمَةً وَفَوْقَهَا رَحْلٌ فَأْتِ خَالِدًا فَمُرْهُ فَلْيَأْخُذْهَا وَلْيَقُلْ لِأَبِی بَكْرٍ إِنَّ عَلَیَّ مِنَ الدَّيْنِ كَذَا وَكَذَا وَفُلَانٌ عَتِيقٌ فَاسْتَيْقَظَ الرَّجُلُ فَأَتَى خَالِدًا فَأَخْبَرَهُ فَبَعَثَ إِلَى الدِّرْعِ فَأُتِیَ بِهَا عَلَى مَاوُصِفَ فَحَدَّثَ أَبَا بَكْرٍ بِرُؤْيَاهُ فَأَجَازَ وَصِيَّتَهُ :

ترجمہ: بیشک جب مجھے شہید کردیا گیا تو فلاں شخص نے میری زِرہ اٹھالی، اُس شخص کی رہائش فلاں مقام پر ہے اور اس کے خیمے کے پاس گھوڑا بندھا ہوا ہے نیز اس شخص نے زِرہ پر گھاس ڈال کر زین رکھی ہوئی ہے، تم حضرت خالد سے کہو کہ وہ جا کر اسے حاصل کریں اور پھر حضرت ابوبکر کو بتائیں کہ مجھ پر اتنا اتنا فلاں فلاں کا قرض ہے اور میرا فلاں غلام آزاد ہے۔

پس وہ شخص اٹھا اور اس نے جا کر حضرت خالد کو سارا خواب بیان کیا تو آپ نے کسی کو بھیجا کہ جا کر زِرہ لے آئے، تو ساری باتیں ویسی ہی نکلیں جیسا کہ خواب میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کی تھیں، تو جب اس خواب کے بارے میں حضرت ابوبکر کو بتایا گیا تو آپ نے اُن کی وصیت کو جاری فرمایا۔

اس واقعے کو امام بغوی علیہ الرحمہ نے حضرت عطا خراسانی علیہ الرحمہ سے ایک دوسری سند کے ساتھ مفصلاً بھی روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری، باب التحط عند القتال، رقم ۲۸۴۵ معجم کبیر للطبرانی، رقم ۱۳۲۰، تفسیر بغوی، ۴/۲۵۴)

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ میت کو اس بات کا کامل شعور ہوتا ہے کہ زندہ لوگ اس کے ساتھ کیا کر رہے ہیں بلکہ اسے تو یہ بھی بطریق اکمل پتہ ہوتا ہے کہ زندوں نے اس کے مال کو کہاں اور کس جگہ چھپا رکھا ہے۔

اگر اس حدیث کے مضمون پر اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فرمان ہے:

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً (سورہ یسین ۳۶، آیت ۵۰)

ترجمہ: پھر وہ نہ تو وصیّت کرنے ہی کے قابل رہیں گے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں وہ لوگ مراد ہیں جن کا اچانک انتقال ہو گیا اور وہ لوگ وقت کی کمی کے پیش نظر کوئی وصیت نہیں کر سکے جیسا کہ امام ابن خازن علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

﴿3﴾ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْعَبْدُ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتُوُلِّیَ وَذَھَبَ أَصْحَابُہٗ حَتّٰی اِنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ أَتَاہُ مَلَکَانِ فَأَقْعَدَاہُ:

ترجمہ: مردے کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے رفقاء واپس جا رہے ہوتے ہیں تو یہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں۔

(صحیح بخاری، رقم ۱۳۳۸، صحیح مسلم، رقم ۷۲۱۶)

اس حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ مردہ جوتوں کی آواز تک سنتا ہے جبکہ الفاظوں پر مشتمل کلام کا سننا تو بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا۔

اور جہاں تک اس کلام کا معاملہ ہے جو امام ابن ہمام علیہ الرحمہ نے لکھا ہے:

اکثر حنفی علمائے کرام نے اس حدیث ''کہ مردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے'' کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ معاملہ تدفین کے ابتدائی مرحلے کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہ دراصل اس سے کیے جانے والے سوال کی تیاری ہے۔ (فتح القدیر علی الھدایہ، ۲/۱۰۶)

تو (امام ابن ہمام علیہ الرحمہ کی یہ عبارت) ظاہر کے خلاف ہے جبکہ ظاہری بات تو یہ ہے کہ مردے کو ایسی حالت ہمیشہ حاصل رہتی ہے اور ہم ابھی کچھ ایسے دلائل بھی پیش کریں گے جن سے واضح ہو جائے گا کہ میّت کو ایسی سماعت کی حالت ہمیشہ حاصل رہتی ہے، اس سلسلے میں حضور نبی

کریم ﷺ کا اہل بقیع کی زیارت کرنا اور انہیں سلام کرتے ہوئے بایں الفاظ خطاب کرنا کہ ﴿اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ وَأَتَاکُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ وَأَنَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ﴾ تو ایسوں کو خطاب کرنا کہ جو سننے سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے یہ تو ایک بے فائدہ سا کام ہوگا اور (یہ بھی واضح رہے کہ) مردوں کو ایسا خطاب کرنا صرف حضور نبی کریم ﷺ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اہل قبور کی زیارت کے وقت ہر ایک کے لیے یہی حکم ہے کہ وہ کہے "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ"... الخ

حضور نبی کریم ﷺ کا مردے کو (السلام علیکم کے بجائے) "عَلَیْکَ السَّلَامُ" کے الفاظ سے سلام کرنے کی توجیہ میں علمائے کرام نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ" کے الفاظ سے (مردے کو) سلام کرنا منع ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جب مردے سے (عموماً) سلام کا جواب ملنا متوقع نہیں ہوتا تو اس کے حق میں تقدیم وتاخیر برابر ہے (یعنی چاہے السلام علیکم کہے چاہے علیک السلام) تو معلوم ہوا کہ سلام تو اسے پہنچتا ہے اگرچہ جواب نہیں دیتا۔

﴿4﴾ امام بخاری ومسلم حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی طلحہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے:

أَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ یَوْمَ بَدْرٍ بِأَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِیْنَ رَجُلًا مِنْ صَنَادِیْدِ قُرَیْشٍ فَقُذِفُوْا فِیْ طَوِیٍّ مِنْ أَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِیْثٍ مُخْبِثٍ وَکَانَ إِذَا ظَهَرَ عَلٰی قَوْمٍ أَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلَاثَ لَیَالٍ فَلَمَّا کَانَ بِبَدْرٍ الْیَوْمَ الثَّالِثَ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَشُدَّ عَلَیْهَا رَحْلُهَا ثُمَّ مَشٰی وَتَبِعَهُ أَصْحَابُهُ حَتّٰی قَامَ عَلٰی شَفَةِ الرَّکِیِّ فَجَعَلَ یُنَادِیْهِمْ بِأَسْمَائِهِمْ وَأَسْمَاءِ أٰبَائِهِمْ یَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ وَیَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ أَیَسُرُّکُمْ أَنَّکُمْ أَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ؟ فَإِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا؟ فَقَالَ عُمَرُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا تُکَلِّمُ مِنْ أَجْسَادٍ لَا أَرْوَاحَ لَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهِ مَا أَنْتُمْ

بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لا يُجِيبُوْنَ :

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے غزوہ بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کے بارے میں حکم دیا تو انہیں بدر کے ایک گندے کنوئیں میں پھینک دیا گیا اور نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ ﷺ کسی قوم پر غلبہ پا لیتے تو اس علاقے میں تین دن تک قیام فرمایا کرتے تھے، بدر میں بھی تین دن تک قیام فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے کوچ کا حکم ارشاد فرمایا اور سواری کو تیار کر لیا گیا تو آپ ﷺ روانہ ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھی آپ کے پیچھے تھے (صحابہ کرام بیان کرتے ہیں، ہم نے گمان کیا کہ آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے جا رہے ہیں لیکن) آپ اس کنوئیں کے کنارے آ کر کھڑے ہو گئے (جس میں مشرکین کو ڈالا گیا تھا)۔

آپ ﷺ نے انہیں اُن کے ناموں، اُن کے آباؤ واَجداد کے ناموں سے پکارا، اے فلاں بن فلاں! اے فلاں بن فلاں! کیا اب تمہاری یہ خواہش ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی، ہمارے پروردگار نے تو ہمارے ساتھ جو وعدہ کیا تھا ہم نے تو اُسے سچا پایا اور تمہارے (جھوٹے) پروردگاروں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا کیا تم نے بھی اسے سچا پایا؟؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ ایسے جسموں سے خطاب کر رہے ہیں جن میں روحیں ہی موجود نہیں، تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں جو کچھ اُن سے کہہ رہا ہوں تم اِن باتوں کو اُن سے بہتر نہیں سنتے، ہاں مگر یہ جواب نہیں دیتے۔

(حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اُن لوگوں کو زندہ کیا تھا اور انہیں نبی کریم ﷺ کی باتیں سنائی تھی تا کہ اُنہیں زجر و توبیخ، بے عزتی، انتقام اور حسرت و ندامت کا سامنا ہو۔ کذا فی البخاری)

(صحیح بخاری، رقم ۳۹۷۶، صحیح مسلم، رقم ۷۲۲۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مردوں کے زندہ افراد کے کلام سننے کو بعید خیال فرماتے تھے تو حضور نبی

کریم ﷺ نے اسے ردّ فرماتے ہوئے اس بات کو مزید پختہ کر دیا کہ مردوں کا سننا زندوں سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔

﴿5﴾ امام ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مجھے بعض اہل علم حضرات نے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَهْلَ الْقَلِيبِ بِئْسَ الْعَشِيرَةُ كُنْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ كَذَّبْتُمُونِي وَصَدَّقَنِي النَّاسُ وَأَخْرَجْتُمُونِي وَآوَانِي النَّاسُ وَقَاتَلْتُمُونِي وَنَصَرَنِي النَّاسُ فَجَزَاكُمُ اللّٰهُ عَنِّي مِنْ عِصَابَةٍ شَرًّا خَوَّنْتُمُونِي أَمِينًا وَكَذَّبْتُمُونِي صَادِقًا:

ترجمہ: اے کنوئیں والو! تم اپنے نبی کے کتنے بُرے رشتہ دار نکلے تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور لوگوں (یعنی انصار اور وہ مہاجرین جو ایمان لائے انہوں) نے میری تصدیق کی، تم لوگوں نے مجھے (میرے شہر سے) نکالا لیکن لوگوں (انصار) نے مجھے اپنے یہاں جگہ دی تم لوگوں نے مجھ سے لڑائی کی لیکن لوگوں (مہاجرین وانصار) نے میری مدد کی پس اللہ تعالیٰ جل جلالہ تمہیں میری جانب سے بری رشتہ داری نبھانے کی سزا دے تم لوگوں نے میرے امانت دار ہونے کے باوجود مجھ سے خیانت کی اور میرے سچے ہونے کے باوجود مجھے جھٹلایا۔

(السیرة النبویہ لابن ہشام، ۲/۲۵۱، زرقانی علی المواہب، ۲/۳۰۶)

امام زرقانی نے شرح مواہب میں حضور ﷺ کے فرمان "وَلٰكِنْ لَا يُجِيبُونَ" کے تحت لکھا ہے:

انہیں (مردوں کو) دنیا والوں کو جواب دینے کی اجازت ہی نہیں دی گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فرمان ہے:

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ:

ترجمہ: یہ ایسا دن ہے کہ وہ (اس میں) بول بھی نہ سکیں گے، اور نہ ہی انہیں اجازت دی جائے گی کہ ... کر سکیں ... آیت ۳۵/۳۶)

تو یہ اس بات کی اصل ہے نیز اس پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ بعض مردوں نے تو زندوں کو جواب بھی دیا ہے (اس لیے آپ کا استدلال درست نہیں، اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ) انہوں نے ایسا اس لیے کیا کہ انہیں اس (جواب) کی اجازت ملی ہوگی۔

(زرقانی علی المواہب، ۲/۳۰۷)

☆ امام سہیلی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

نفس حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ خلاف عادت کام صرف حضور نبی کریم ﷺ ہی کی خاطر تھا کیونکہ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ آپ ﷺ ایسے لوگوں سے خطاب کر رہے ہیں جو کہ مر چکے ہیں، تو آپ ﷺ نے انہیں جو جواب دینا تھا وہ ارشاد فرمایا:

(روض الانف شرح سیرت ابن ہشام، ۵/۱۷۵)

اور اس عبارت میں یہ اشارہ ہے کہ مقتولین بدر سے حضور نبی کریم ﷺ نے جو خطاب فرمایا وہ آپ ﷺ کی خصوصیت اور آپ کا معجزہ تھا، جیسا کہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے روایت میں حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان کفار و مشرکین کو زندگی بخشی تھی تا کہ وہ لوگ بطور حسرت و ندامت اور زجر و توبیخ کے حضور نبی کریم ﷺ کا کلام سنیں (اور اپنے افعال پر پچھتائیں)۔

اور یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ مضمون حدیث کو ایسی صورت پر محمول کرنا صرف احتمال و تاویل کے طور پر ہے، اس لیے اسے اختیار نہیں کیا جائے گا، جب تک سماع موتی کے ناممکن ہونے پر کوئی قوی دلیل نہ مل جائے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس بات پر قادر ہے (کہ مردوں کو سننے کی قوت بخشے) اور محسوس کرنے کے لیے اُن کے حواس باقی رکھے۔

پس اگر کوئی کہے کہ حضرت سیدتنا ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے (سماع موتی کے بارے میں) حضرت امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا انکار کیا تھا اور فرمایا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّهُمُ الآنَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ الَّذِیْ كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ

ترجمہ: بیشک اب انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ جو میں ان سے (توحید و رسالت کے بارے میں) کہا کرتا تھا وہ حق ہے۔

اس کے بعد یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ

ترجمہ: بیشک آپ نہ (تو حیاتِ ایمانی سے محروم) مردوں کو (حق کی بات) سنا سکتے ہیں اور نہ ہی (ایسے) بہروں کو (ہدایت کی) پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ (غلبہ کفر کے باعث ہدایت سے) پیٹھ پھیر کر (قبولِ حق سے) رُوگرداں ہو رہے ہوں۔ (سورۂ نمل ۲۷، آیت ۸۰)

جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری (رقم ۳۹۸۰) میں روایت کیا ہے تو اس اعتراض کا چند طرح سے جواب دیا گیا ہے:

(۱) امام سہیلی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

جب یہ بات جائز ہے کہ وہ مرنے کے بعد بھی جاننے کی صفت کے ساتھ موصوف تھے جیسا کہ حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا (کی بیان کردہ حدیث "لَیَعْلَمُوْنَ" سے) ثابت ہے تو یہ بات بھی جائز ہے کہ وہ اُس عالم میں سنتے بھی ہوں، جیسا کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ثابت ہے اور حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے (سماع موتی کے بارے میں) جو روایت مذکور ہے، وہ صرف انہیں سے تنہا مروی نہیں بلکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

اور جاننا دراصل سننے کے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتا، اب برابر ہے کہ اُن کا سننا سر کے کانوں سے ہو جیسا کہ قبر میں سوال کے وقت روح مردے کے پورے یا بعض جسم میں لوٹتی ہے (تو اس وقت وہ جو سنتا ہے تو وہ سر کے کانوں سے سنتا ہے) اور یہ اکثر اہل سنت کا قول ہے یا پھر ان کا سننا دل کے کانوں سے یا روح کے ذریعے سے ہو اور یہ ان کا مذہب ہے جو کہتے ہیں کہ سوال کے وقت

روح جسم کے بغیر ہی متوجہ ہو کر جواب دیتی ہے۔

(روض الانف شرح سیرت ابن ہشام، ۱۷۵/۵)

(۲) حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان آیات:

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ

ترجمہ: بیشک آپ نہ (تو حیاتِ ایمانی سے محروم) مردوں کو (حق کی بات) سنا سکتے ہیں اور نہ ہی (ایسے) بہروں کو (ہدایت کی) پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ (غلبہ کفر کے باعث ہدایت سے) پیٹھ پھیر کر (قبولِ حق سے) رُوگرداں ہو رہے ہوں۔ (سورۂ نمل ۲۷، آیت ۸۰)

اور اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کے فرمان:

وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ (سورۂ فاطر ۳۵، آیت ۲۲)

ترجمہ: اور آپ کے ذمّہ ان کو سنانا نہیں جو قبروں میں (مدفون) ہیں (یعنی آپ کافروں سے اپنی بات قبول کروانے کے ذمّہ دار نہیں ہیں)۔

سے استدلال کرنا اس صورت میں ختم ہو جائے گا جبکہ بدر کے کنوئیں والوں کے بارے میں مروی حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ سے سنانے کی نفی کر دی جائے جیسا کہ بعض حضرات نے ایسی تفصیل کا دعویٰ کیا ہے (کہ سنانے سے مراد ہے کہ آپ ﷺ بذاتِ خود اُن مردوں کے سنانے والے ہوں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کی آواز کو اُن تک پہنچانے والی ذات تو اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کی ہے، لہٰذا یہاں آپ ﷺ سے صرف اسماع کی نفی ہو گی مردوں سے سننے کی نفی نہیں) حالانکہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ اس بات پر قادر ہے کہ وہ تمام مردوں میں جب چاہے اور جیسے چاہے اور جس وقت چاہے ایسی حالت و کیفیت کو ان کے اندر پیدا کر سکتا ہے۔

(۳) علمائے کرام نے حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس انکار کو (دیگر کثیر صحابہ کرام کے دلائل کے پیش نظر) قبول نہیں کیا۔

☆ امام اسماعیلی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

ہر چند کہ حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا فہم و ذکاوت اور کثرت روایت نیز بحر علم میں غواص ہونے کے لحاظ سے تمام صحابہ کرام پر فائق ہیں لیکن ثقہ اور معتمد صحابہ کرام کی روایات کو اسی وقت مسترد کیا جاسکتا ہے جبکہ اس کی مثل ثقہ روایت میں اس کے منسوخ ہونے یا مخصوص یا محال ہونے کی صراحت موجود ہو۔

اور بھلا یہ کیوں کر ہوسکتا ہے جبکہ جس بات کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار کیا ہے اور دیگر صحابہ کرام نے جس بات کو ثابت کیا ہے، اِن دونوں باتوں کا جمع کرنا بھی ممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ﷻ کا یہ فرمان ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ﴾ حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان ﴿إِنَّهُمُ الْآنَ لَيَعْلَمُونَ﴾ کے منافی ہرگز نہیں کیونکہ ''اسماع'' کا مطلب ہے سنانے والے کی آواز کو سامع کے کانوں تک پہنچانا تو اللہ تعالیٰ ﷻ ہی نے انہیں سنایا تھا بایں طور کہ اپنے نبی کریم ﷺ کی آواز کو ان تک پہنچایا تھا اور مصطفی کریم ﷺ نے انہیں نہیں سنایا تو اس صورت میں آیت و حدیث کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے۔

اور رہا اُن کی اِس بات کا جواب کہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمانا ﴿إِنَّهُمُ الْآنَ لَيَعْلَمُونَ﴾ تو اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے یہ الفاظ خود سنے تھے تو یہ دیگر صحابہ کرام کی اس روایت کے منافی نہیں ہو سکتے کہ ''يَسْمَعُونَ'' یعنی وہ اب سن رہے ہیں کیونکہ علم سماعت کے منافی نہیں، جیسا کہ ماقبل بھی ذکر ہو چکا ہے بلکہ یہ روایت تو اس کی تائید کر رہی ہے کیونکہ مخاطب کو جو علم عادۃً حاصل ہوتا ہے وہ عموماً اسی طور پر ہوتا ہے کہ وہ سن رہا ہوتا ہے۔

(شرح زرقانی علی المواہب، ۲/۳۰۹)

(۴) آیت میں ''مَوْتٰی'' (مردوں) اور ''مَنْ فِي الْقُبُوْرِ'' سے مراد کفار ہیں کہ اُن کے دل مر چکے ہیں بایں طور کہ اُن میں نصیحت کو قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں اور ان کے جسم گھر کی

ہے اور اس میں حقیقت مراد نہیں ہے اور سننے کی نفی سے مراد اُن کا دعوتِ حق کو قبول نہ کرنا ہے، اِس بات پر دلیل یہ ہے کہ یہ آیتیں دراصل کفار کو ایمان کی طرف بلانے اور ان کے اِعراض کرنے کے بارے میں نازل ہوئیں۔

(۵) حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس موقف سے انکار کر لیا تھا جیسا کہ مواہب لدنیہ میں غریب سے منقول ہے کہ امام ابن اسحاق نے اپنی مغازی میں یونس بن بکیر علیہ الرحمہ سے سند جیّد کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی مثل روایت کیا ہے جس میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ ''تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں جو میں انہیں کہہ رہا ہوں، اسے امام احمد علیہ الرحمہ نے بھی سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تو ہوسکتا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نزدیک دیگر صحابہ کرام کی بکثرت روایات متحقق ہوگئی تھیں تو آپ نے اپنے موقف سے رجوع کرتے ہوئے ان ہی کی روایت کے مطابق آگے روایت کیا تھا اور یہ اس سبب سے بھی تھا کہ آپ رضی اللہ عنہا بذات خود غزوہ بدر میں حاضر نہ تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کے رجوع کرنے کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے اپنے بھائی عبد الرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کی تو انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

وَاللّٰهِ لَوْ حَضَرْتُكَ مَا دَفَنْتُكَ اِلَّا حَيْثُ مُتَّ وَلَوْ شَهِدْتُكَ مَازُرْتُكَ:

ترجمہ: اللہ کی قسم! اگر میں تمہارے انتقال کے وقت موجود ہوتی تو تمہیں اسی جگہ دفن کرتی جہاں تمہارا وصال ہوا تھا اور اگر میں اس وقت موجود ہوتی تو اب زیارت نہ کرتی۔ (آپ کے بھائی کا وصال حبشی نامی ایک جگہ میں ہوا تھا پھر وہاں سے انہیں لاکر مکہ مکرمہ میں دفن کیا گیا تھا)۔

(سنن ترمذی، باب ماجاء فی زیارۃ القبور للنساء، رقم ۱۰۵۵)

امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

جس وقت تک میرے گھر میں حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تدفین ہوئی تھی تو میں عام لباس میں رہا کرتی تھی کیونکہ وہاں میرے شوہر اور والد کے علاوہ کوئی غیر نہیں تھا لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں دفن کردیئے گئے تو میں ان سے حیا کرتے ہوئے باقاعدہ پردے کا اہتمام کرتی تھی۔ (مسند احمد، رقم ۲۵۶۶۰، مجمع الزوائد للہیثمی، ۸/۶۱۵)

اس روایت میں تو میّت کا زندوں کی طرح قوتِ ادراک رکھنے کا ثبوت ملتا ہے چہ جائیکہ اُن کے سننے کا ثبوت (کہ یہاں تو اس سے بھی اعلیٰ بات کا ثبوت مل رہا ہے، لہٰذا سننا تو خود ہی ثابت ہو جائے گا)۔

پس اگر تم کہو! کہ آپ نے یہ کلام کیسے کہہ دیا حالانکہ امام ابن ہمام نے فتح القدیر کی کتاب الجنائز میں لکھا ہے:

اکثر مشائخ حنفیہ کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ میّت نہیں سنتی، اسی سبب سے کتاب الایمان کے "باب الیمین بالضرب" کے تحت لکھا ہے:

اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ کسی سے بھی کلام نہیں کرے گا اور پھر اس نے کسی مردے سے کلام کرلیا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی اور اپنے حال پر برقرار رہے گی کیونکہ قسم اُس صورت میں ٹوٹتی جبکہ مخاطب اس کے کلام کو سمجھتا جبکہ میّت اس کیفیت کی حامل ہی نہیں۔

(فتح القدیر علی الہدایہ، ۲/۱۰۶)

میں کہتا ہوں! کہ حضور ﷺ سے سماع موتی کا ثبوت بایں طور موجود ہے کہ ارشاد فرمایا:

"اِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ" "مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ" اور مردوں سے بایں طور خطاب کرتے ہوئے فرمانا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ" (یہ سب سماع موتی کی دلیل ہیں)۔

تو اب کسی انصاف پسند عالمِ حق کو اس بات کی طرف رجوع کیے بغیر چارہ نہیں ہونا چاہیے جو کہ حضور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، لہٰذا اسی پر فتوی ہوگا اور اس پر اعتماد کیا جائے گا اور اس کے علاوہ سے اِعراض کیا جائے گا اگرچہ اُس کا قائل کوئی بڑا امام ہی کیوں نہ ہو۔

العلم ما قال اللّٰه وقال رسوله ان صحّ والاجماع فاجهد فیه
وحذر من نصب الخالف جهالة بین الرسول و بین رأی فقیه

ترجمہ: علم تو دراصل اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول کریم ﷺ ہی کے فرامین کا نام ہے اور اگر ان کی کسی صورت (کسی مسئلے پر) اجماع ہو جائے پھر تو اسے لازمی اختیار کیا جائے اور جو شخص جہالت کی بنا پر رسول کریم ﷺ اور فقہا کرام کے اقوال میں مخالفت کے درپے ہو تو اُس سے کنارہ کش رہو۔

جمال الدین ہادی ابن ابراہیم علیہ الرحمہ نے کہا:

علیك بما کان النبی محمدٌ علیه ودع ما شئت من قول قائل
هو المنسك المرضی و المذهب الذی علیه مضی خیر القرون الاوائل
فدِن بالذی دان النبی وصحبه من الدین واترك غیرهم فی بلائل
هم الشامة الغرّا و سادة ذا الوری وهم بهجة الدنیا و نور القلائل
اذا أنت لم تسلك مسالك رشدهم وتمسك من اقوالهم بالوسائل
فقد فاتك الحظّ السّنِیُّ ولم تکن الی الحق من نهج السبیل بواصل
علیك بهدی القوم تنجُ من الرّدی وتعل بهم فی الفوز أعلی المنازل

ترجمہ: تم پر لازم ہے کہ جس پر طریقے حضور نبی کریم ﷺ ہوں اسی طریقے کو اختیار کرو اور ان کے علاوہ ہر ایک کی بات سے اِعراض کرو، کیونکہ یہی پسندیدہ راستہ و مذہب ہے جس پر خیر القرون نے عمل کیا ہے اور جن باتوں کو حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے ترجیح دی انہی کو تھام لو اور بقیہ کو وساوس کی وادی میں چھوڑ دو، کہ یہی چمکتے ہوئے سردار اور دنیا کی رونق و نور ہیں، لیکن اگر تم ان کی کامیاب روش پر نہ چلے اور ان کے ہدایت یافتہ فرامین کو (اختیار کرنے کے بجائے) وسائط کے جویاں رہے تو گویا تم نے بہت بڑے حصے کو ضائع کر دیا، اب تمہیں معرفت حق کے راستوں کی خبر نہیں ملے گی، ہاں اگر تم اب بھی فلاح کے خواہاں ہو تو ان کی پیروی اختیار کر لو یہ

تمہیں پستی سے نکال کر بالاتر کردے گی اور کامیابی کی اعلیٰ منازل تک پہنچادے گی۔

اور باقی جو قسم کے بارے میں کہا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے، اس سے حقیقت سماع کی نفی لازم نہیں آتی جیسا کہ کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا پھر اس نے مچھلی کھائی تو قسم نہیں ٹوٹے گی حالانکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے قرآن پاک میں اسے گوشت قرار دیا ہے:

وَهُوَ الَّذِی سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا (سورۂ نحل ۱۶، آیت ۱۴)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے (فضا و برّ کے علاوہ) بحر (یعنی دریاؤں اور سمندروں) کو بھی مسخر فرمادیا تا کہ تم اس میں سے تازہ (وپسندیدہ) گوشت کھاؤ۔

☆ امام ابن ہمام علیہ الرحمہ نے فتح القدیر میں "فصل زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے تحت لکھا ہے:

علمائے کرام نے زیارت قبور کے آداب میں بیان کیا ہے کہ زائر کو چاہیے کہ وہ میّت کے پاؤں کی طرف سے آئے اور سرہانے سے نہ آئے کیونکہ اس سے میّت کو دیکھنے میں دشواری ہوتی ہے البتہ پاؤں کی طرف سے آنے میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ وہ جگہ میّت کی آنکھوں کے بالکل سامنے ہی ہوتی ہے اور میّت اپنے قدم کی جانب دیکھ رہی ہوتی ہے۔

اس عبارت میں (امام ابن ہمام علیہ الرحمہ) نے میّت کے دیکھنے کی قوت کو ثابت فرمایا ہے اور یہ قوتِ (بصر) سماعت سے کم تر ہے کیونکہ آنکھ کا دیکھنا روشنی کا محتاج ہے لیکن آپ نے افادہ فرمایا کہ مٹی کی تہیں ہونے کے باوجود بھی اس کے زائر کو دیکھنے میں کوئی مانع نہیں ہوتا تو پھر اس بات کے پیش نظر یہ زیادہ لائق ہے کہ میّت سے سننے کی قوت کی نفی نہ کی جائے۔

چلیں! اگر بالفرض ہم اس بات سے بھی تنزل اختیار کریں تو سننے کی نفی کرنے سے علم کی نفی تو لازم نہیں آتی کیونکہ سماعت کا تعلق تو اُس حاسہ سے ہوتا ہے جو کہ بدن میں ودیعت ہوتا ہے اور جسم تو قبر میں خراب ہو چکا ہے لیکن علم کا تعلق تو روح کے ساتھ ہوتا ہے اور روح باقی ہے تو ایسی

صورت میں علم قوائے جسمانیہ کے ساتھ متعلق نہیں ہوگا بلکہ مسموعات اور مبصرات کے ساتھ ہوگا بایں طور کے اسے دیکھنے کے لیے آنکھ کی شعاعوں اور سننے کے لیے آواز کی ضرورت نہیں ہوگی، جیسا کہ بعض مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے سننے اور دیکھنے کے بارے میں مسموعات و مبصرات کے علم ساتھ تاویل کی ہے۔

اور یہ نیک بندے جو انتقال کر چکے ہیں اور صفاتِ بشری سے آزاد اور رذیل دنیوی آلائشوں سے دُور ہو کر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی ملاقات کا لطف پانے کی وجہ سے ابدی سعادت حاصل کر چکے ہیں جس کی برکت سے اِن پر بارگاہ الٰہی سے انوار واکرام نازل کیا گیا اور ان پر ہر مخفی شئی واضح ہوگئی، تمام دنیوی پردے اٹھا دیئے گئے اور دُوریاں سمیٹ دی گئی ہیں اور ایسا معاملہ دنیا ہی میں بعض افراد کو بھی دیا گیا جیسا کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا "يَا سَارِيَةَ الْجَبَل" کہنا تو بھلا ان کا عالم کیا ہوگا جو دنیا سے گذر کر لقائے ربانی کے سبب شقاوت کی سختیوں سے محفوظ ہو گئے۔

اِذَا مَا بَدَتْ فَكلّی أعينٌ وَاِنْ هِیَ نَاجَتْنِی فَكلّی مَسَامِعُ

ترجمہ: اگر وہ محبوب نظر آئے تو میں (اس کے دیدار کے لیے) پورے وجود ہی کو آنکھیں بنا لوں (تا کہ سارا جسم اس کے دیدار سے خیرہ ہو سکے) اور اگر وہ مجھ سے سرگوشی کرے تو پورا ہی کان بن جاؤں (تا کہ بس اُسی کے نغمے میرے وجود میں گونجیں)۔

بیشک کثیر آثار واخبار اس بارے میں موجود ہیں کہ مردوں کو اپنے زیارت کرنے والوں کے بارے میں علم ہوتا ہے اور اسی طرح اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ مردوں کو احوال آخرت اور دین کی حقیقت وسچائی کا علم ہو جاتا ہے جب ایسا ہے تو یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں دنیا اور دنیا والوں کے احوال کا بھی علم ہو۔

روح کے عالم برزخ میں ہونے کے باوجود ان کے حصولِ علم کے ثبوت پر دلیل وہ احادیث ہیں کہ جب شہداء اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے پاس اس کی نعمت ورحمت کو دیکھ لیں گے تو عرض

کریں گے کہ ہمارے اس حال کی خبر ہمارے بھائیوں تک کون پہنچائے گا تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کرم فرماتے ہوئے ارشاد فرمائے گا: میں انہیں اس بارے میں بتاؤں گا پس اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے اس فرمان میں ان کی حالت کا ذکر فرمایا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ (سورہ آل عمران ۳، آیت ۱۶۹/۱۷۰)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں انہیں ہرگز مردہ خیال (بھی) نہ کرنا، بلکہ وہ اپنے ربّ کے حضور زندہ ہیں انہیں (جنت کی نعمتوں کا) رزق دیا جاتا ہے، وہ (حیاتِ جاودانی کی) ان (نعمتوں) پر فرحاں وشاداں رہتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرما رکھی ہیں۔

اور روایات میں موجود ہے کہ وہ شہدائے کرام جنہیں بیر معونہ کے واقعے میں شہید کر دیا گیا تھا انہوں نے کہا کہ ہمارے بھائیوں کو یہ خبر دے دی جائے کہ ہم نے اپنے ربّ جل جلالہ سے اس حال میں ملاقات کی ہے کہ وہ ہم سے راضی ہے اور اس نے ہمیں بھی راضی کر دیا ہے۔ یہ قرآن کی آیت تھی (یعنی اصحاب بئر معونہ کے بارے میں قرآن پاک کی آیات موجود تھیں) جسے ہم تلاوت کیا کرتے تھے اور انہیں بعد میں منسوخ کر دیا گیا۔ حدیث میں ہے:

﴿6﴾ أَنَّ الْمَيِّتَ إِذَا فَرَغَ مِنْ جَوَابِ الْمَلَكَيْنِ بِالْخَيْرِ يُنَوَّرُ لَهُ فِي الْقَبْرِ وَيُقَالُ لَهُ نَمْ كَنَوْمِ الْعُرُوسِ فَيَقُولُ لَهُ أَرْجِعُ إِلَى أَهْلِي فَأُخْبِرُهُمْ ؟ :

ترجمہ: جب میّت فرشتوں کو بخیر و عافیت جواب دے کر فارغ ہو جاتی ہے تو اس کے لیے قبر کو منور کر دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے، سو جا! جیسے دلہن سوتی ہے، تو میّت کہتی ہے کہ کیا میں اپنے گھر والوں کو جا کر اس (انعام واکرام) کے بارے میں بتاؤں؟۔

(سنن ترمذی، رقم ۱۰۷۱، صحیح ابن حبان، رقم ۳۱۱۷)

تو اس سے معلوم ہوا کہ مردے کو اپنے اہل وعیال اور دوست واَحباب کا بھی علم ہوتا ہے اور قرآن پاک میں اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ کفار دنیا میں واپس لوٹنے کی تمنا ظاہر کریں

گے اور اپنی گمراہ سنگتوں پر حسرت کریں گے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ جل جلالہ ہے:

یَا وَیْلَتیٰ لَیْتَنِی لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیلًا (سورۂ فرقان ۲۵، آیت ۲۸)

ترجمہ: ہائے افسوس! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔

تو جب انہیں قیامت کے دن اپنے رفقاء و احباب کا علم ہوگا تو برزخ میں اس بات کا پایا جانا زیادہ واضح ہے نیز ان دلائل میں تاویل کی بھی چنداں ضرورت نہیں جیسا کہ ہم نے ماقبل صحیح واضح دلائل (میّت کے) علم و سماعت کے اثبات میں لکھ دیئے ہیں، لٰہذا ان کے بارے میں صرف احادیث سے بے خبر شخص یا دین سے بیزار ہی انکار کرے گا اور مردوں سے تو سماعت سے بھی بدرجہا اولیٰ گفتگو اور تلاوتِ قرآن تک کا ثبوت موجود ہے۔

(۱) کلام:

مردوں سے کلام کے ثبوت پر کثیر دلائل و شواہد موجود ہیں اور کچھ دلائل ہم نے ماقبل ذکر بھی کیئے ہیں، جیسا کہ ربعی بن خراش علیہ الرحمہ وغیرہ کا واقعہ کہ کثیر افراد نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ انہوں نے وصال کے بعد گفتگو فرمائی۔

(۲) تلاوت قرآن پاک:

﴿7﴾ امام ترمذی علیہ الرحمہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

ضَرَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم خِبَاءَهُ عَلَى قَبْرٍ وَهُوَ لَا يَحْسَبُ أَنَّهُ قَبْرٌ فَإِذَا فِيهِ قَبْرُ إِنْسَانٍ يَقْرَأُ سُورَةَ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ حَتَّى خَتَمَهَا فَأَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ: إِنِّي ضَرَبْتُ خِبَائِي عَلَى قَبْرٍ وَأَنَا لَا أَحْسَبُ أَنَّهُ قَبْرٌ فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْمُلْكِ حَتَّى خَتَمَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم هِيَ الْمَانِعَةُ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ:

ترجمہ: صحابہ کرام میں سے کسی نے ایک قبر پر خیمہ لگا دیا اور انہیں معلوم نہیں تھا کہ وہاں قبر ہے پھر پتہ چلا کہ نیچے قبر ہے اور اس میں کوئی شخص سورۂ ملک پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ پڑھنے

والے نے اسے ختم کر دیا تو وہ صحابی حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں نے نادانستہ طور پر ایک قبر پر خیمہ لگا دیا تو اچانک کسی کے سورہٗ ملک پڑھنے کی آواز سنی یہاں تک کہ اسے مکمل ختم کر دیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ (سورت) عذاب قبر کو روکنے والی اور اُس سے نجات دینے والی ہے۔

(سنن ترمذی، فضائل القرآن، رقم ۲۸۹۰، معجم کبیر للطبرانی، رقم ۱۲۸۰۱)

مردوں کی سماعت، ادراک وشعور اور زندوں سے کلام کرنے اور تلاوت قرآن کرنے کے بارے میں اسی قدر دلائل کافی ہیں، اس لیے اس سے انکار کی کوئی وجہ جواز نہیں بنتی ہے۔

ندائے غیر اللہ کا مسئلہ

جو لوگ غیر اللہ کے نداء کرنے کو ناجائز کہتے ہیں تو اُن کے جواب میں یوں عرض ہے کہ اُن حضرات کا استدلال ہی درست نہیں ہے کیونکہ امام ابن السنی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "عمل الیوم واللیلة" میں "باب ما یقول اذا خدرت رجله" کے تحت حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

﴿8﴾ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ جارہا تھا کہ اچانک اِن کا پاؤں سُن ہو گیا تو وہ بیٹھ گئے، اتنے میں کسی شخص نے عرض کی آپ اپنی سب سے محبوب شخصیت کو یاد کریں تو انہوں نے پکارا "یَا مُحَمَّدَاہ" (یہ کہتے ہی صحیح ہو گئے) اور اٹھ کر چلنے لگے۔

(الادب المفرد للبخاری، رقم ۹۹۳، عمل الیوم واللیلہ، رقم ۱۶۷)

﴿9﴾ اسی طرح انہوں نے حضرت عبد الرحمٰن بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا تو اِن کا پاؤں سُن ہو گیا میں نے ان سے کہا، اے ابو عبد الرحمٰن! آپ کے پاؤں کو کیا ہوا ہے؟ انہوں نے فرمایا: رگیں اکڑ گئیں ہیں

، میں نے کہا کہ آپ اپنی سب سے محبوب شخصیت کو یاد کریں تو آپ رضی اللہ عنہما نے پکارا "یَا مُحَمَّدُ" (پھر ٹھیک ہونے پر) مسکرانے لگے۔ (عمل الیوم واللیلہ ،رقم ۱۷۱)

﴿10﴾ اسی طرح حضرت ہیثم ابن حنش علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

ہم حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرو (ابن العاص) رضی اللہ عنہما کے پاس تھے کہ ان کا پاؤں سُن ہوگیا تو کسی شخص نے ان سے کہا کہ آپ اپنی سب سے محبوب شخصیت کو یاد کریں تو انہوں نے پکارا " یَا مُحَمَّدُ" کہتے ہیں کہ یوں لگا جیسے انہیں رسّی کی قید سے آزاد کر دیا گیا ہو۔

ان روایات سے پتہ چلا کہ وصال کے بعد بھی دُور و نزدیک ہر جگہ سے میّت کو نداء کرنا جائز ہے اور اس بات کی تائید تشہد میں مذکور اِن الفاظوں سے بھی ہوتی ہے " اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ" پس ("أَیُّهَا" میں) "أَیُ" حرف نداء ہے اور اس میں وصال کے بعد حضور ﷺ کو خطاب کیا جارہا ہے۔

ان دلائل سے واضح ہوا کہ ندا کرنے کا جواز میّت کے قریب یا بعید ہونے کے ساتھ مشروط نہیں ہے بلکہ کسی بھی جگہ سے ندا کرنا جائز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا جہاں بھی ہو اِن الفاظوں کے ادا کرنے کا اسے حکم دیا گیا ہے۔

غیر اللہ سے اِستغاثہ (مدد طلب) کرنے کا مسئلہ

جو لوگ اسے ناجائز کہتے ہیں، اُن کے لیے جواب یہ ہے کہ اُن حضرات کا یہ استدلال ہی درست نہیں ہے۔

﴿11﴾ امام طبرانی علیہ الرحمہ "معجم کبیر" میں ثقہ راویوں کی سند سے حضرت عقبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا أَضَلَّ أَحَدُکُمْ شَیْئًا أَوْ أَرَادَ عَوْنًا وَهُوَ بِأَرْضٍ لَیْسَ بِهَا أَنِیْسٌ فَلْیَقُلْ یَاعِبَادَ

اللّٰهِ أَعِیْنُوْنِیْ فَإِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَا یَرَوْنَهُمْ

ترجمہ: جب تمہاری کوئی چیز گم ہو جائے یا تمہیں مدد مطلوب ہو کہ کسی ایسی جگہ میں ہو جہاں کوئی پرسان حال نہ ہی ہو تو چاہیے کہ پکارو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، کہ بے شک اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جنہیں تم نہیں دیکھ پاتے۔ (معجم کبیر للطبرانی، ۱۷/۱۱۷، رقم ۲۹۰)

اور یہ عمل مجرب ہے (یعنی اس عمل کو بہت سے افراد نے پریشانی میں آزمایا ہوا ہے)۔

﴿12﴾ امام ابن ابی شیبہ اپنی ''مصنف''میں حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کرتے ہیں:

إِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ أَحَدِكُمْ فَلْيُنَادِ أَعِينُونِي عِبَادَ اللهِ رَحِمَكُمُ الله

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کی سواری بھاگ جائے (یا گم ہو جائے) تو اسے چاہیے کہ پکارے، اے اللہ ﷻ کے بندو! میری مدد کرو اللہ ﷻ تم پر رحم فرمائے۔ (اس عمل کو موجودہ زمانے میں گاڑی وغیرہ گم ہونے یا چھن جانے کی صورت میں بھی پڑھا جا سکتا ہے، ان شاء اللہ آسانی ہو گی)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ۱۵/۳۴۵، عمل الیوم واللیلہ، رقم ۵۰۹)

﴿13﴾ مصائب میں میّت سے پناہ طلب کرنے کے بارے میں یہ دلیل ہے کہ جسے امام ابن السنی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''عمل الیوم واللیلۃ'' میں حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

إِذَا كُنْتَ بِوَادٍ تَخَافُ فِيهِ السَّبَاعَ فَقُلْ أَعُوذُ بِدَانِيَال وَبِالْجُبِّ مِنْ شَرِّ الْأَسَدِ

ترجمہ: اگر تم کسی ایسی جگہ موجود ہو جہاں درندوں کا خوف لاحق ہو تو چاہیے کہ یوں کہو، میں شیر کے شر سے دانیال کی پناہ لیتا ہوں۔

بیشک قوی دلائل وصحیح اسانید کے ساتھ حیات انبیاء کرام اور خصوصاً حضور نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ کا ثبوت ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ اور اس کے فرشتے حضور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کا صلوٰۃ وسلام آپ ﷺ تک پہنچاتے ہیں خواہ پڑھنے والا کہیں بھی ہو اور ایسے شخص کو نہ جھٹلایا جائے جو یہ کہے کہ اس نے حضور نبی کریم ﷺ کی بیداری میں زیارت کی ہے کیونکہ

احادیث میں مذکور ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ بلند آواز سے تلبیہ پڑھ رہے تھے اسی طرح حضرت سیدنا یونس علیہ السلام (کو اونٹنی پر سوار تلبیہ پڑھتے ہوئے) دیکھا۔

اسی طرح کفار میں سے بھی جسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے چاہا عذاب وسزا کی زیادتی اور ایمان والوں کی نصیحت کے لیے زندہ فرمایا اور اس پر کسی نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا جیسا کہ امام طبرانی علیہ الرحمہ ''معجم اوسط'' میں اور امام ابن ابی الدنیا و دیگر حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

﴿14﴾ میں بدر کے میدان میں گھوم رہا تھا کہ اچانک گڑھے سے ایک شخص نکلا جس کی گردن بندھی ہوئی تھی اس نے مجھے پکارا اے عبداللہ! مجھے پانی پلادو، اے عبداللہ! مجھے پانی پلادو، تو میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس نے مجھے (پہچانتے ہوئے) نام سے پکارا یا عرب کے معمول کے مطابق پکارا (کیونکہ عرب کا بھی معمول بھی یہی تھا کہ نام معلوم نہ ہونے کی صورت میں عبداللہ کہتے تھے اور یہ زمانہ جاہلیت کے بعد کی بات ہے) اتنے میں اس کے پیچھے ایک سیاہ رنگ کا شخص نمودار ہوا جس کے ہاتھوں میں کوڑا تھا۔

اس نے مجھے پکار کر کہا اے عبداللہ! اسے پانی مت پلانا یہ کافر ہے پھر اُس نے کوڑے مارتے ہوئے اسے گڑھے میں داخل کردیا تو میں جلدی سے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ عرض کیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اس شخص کو دیکھا تھا؟ میں نے عرض جی ہاں! تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ اللہ جل جلالہ کا دشمن ابو جہل بن ہشام تھا اور اسے قیامت تک یہ عذاب دیا جائے گا۔

(معجم اوسط للطبرانی، رق ۷/ ۲۸۷، رقم ۶۵۵۶، کتاب القبور لابن ابی الدنیا، ص ۴۷)

امام ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ نے حضرت سیدنا شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی:

دیکھا اتنے میں اس کے ساتھ موجود دوسرے شخص نے اسے کوڑے مارتے ہوئے دوبارہ زمین میں لوٹا دیا کچھ دیر بعد وہ پھر باہر نکلا تو اس کے ساتھ پھر ویسا ہی ہوا اسی طرح چند مرتبہ ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ ابو جہل بن ہشام تھا اسے قیامت تک اسی طرح کا عذاب دیا جاتا رہے گا۔

امام زرقانی علیہ الرحمہ نے شرح مواہب لدنیہ میں لکھا ہے:

وہ نامعلوم شخص جسے شعبی نے ذکر کیا ہے وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ ابو جہل کے ساتھ ایسے عذاب کو دیکھنے والے متعدد افراد ہوں۔

(زرقانی علی المواہب،۲/۳۱۶)

امام سمہودی علیہ الرحمہ نے "الوفاء" میں لکھا ہے:

جان لو! بیشک حضور نبی کریم ﷺ سے استغاثہ کرنا اور شفاعت طلب کرنا نیز آپ ﷺ کے مقام و مرتبے سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا قرب حاصل کرنا دراصل انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور بزرگان دین کی سنت مبارکہ ہے اور آپ ﷺ سے شفاعت و استغاثہ آپ کی ولادت اقدس سے قبل، دنیاوی حیات مبارکہ، عالم برزخ اور میدان قیامت ہر جگہ ثابت و متحقق ہے۔

(خلاصۃ الوفاء باخبار المصطفیٰ للسمہودی،۴/۱۳۷۱)

ولادت ظاہری سے قبل آپ ﷺ سے توسل

اس بارے میں انبیائے کرام علیہم السلام کے کثیر واقعات موجود ہیں ہم ان میں سے ایک معروف روایت جسے امام حاکم علیہ الرحمہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿16﴾ لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيئَةَ قَالَ يَارَبِّ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لِمَا غَفَرْتَ لِيْ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَاآدَمُ وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ أَخْلُقْهُ ؟ قَالَ يَارَبِّ لأَنَّكَ لَمَّا

خَلَقْتَنِیْ بِیَدِكَ وَنَفَخْتَ فِیَّ مِنْ رُوْحِكَ رَفَعْتُ رَاْسِیْ فَرَأَیْتُ عَلٰی قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوْبًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَعَرَفْتُ اَنَّكَ لَمْ تُضِفْ اِلٰی اِسْمِكَ اِلَّا اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَیْكَ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: صَدَقْتَ یَا آدَمُ! اِنَّهٗ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَیَّ اِذْ سَأَلْتَنِیْ بِحَقِّهٖ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَاخَلَقْتُكَ:

ترجمہ: جب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کا اعتراف کیا تو بارگاہ الٰہی میں عرض گزار ہوئے اے میرے ربّ! میں تجھ سے محمد ﷺ کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ میری بخشش فرمادے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: اے آدم! تو نے محمد کو کیسے پہچان لیا حالانکہ میں نے انہیں ابھی (ظاہری وجسمانی طور پر) پیدا ہی نہیں کیا؟ تو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی، اے میرے ربّ! جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی برگزیدہ روح کو پھونکا تو میں نے سر کو اٹھایا پس عرش الٰہی کے پایوں پر یہ لکھا ہوا پایا۔

"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" تو میں نے جان لیا کہ تیرے نام کے ساتھ صرف اسی کا نام ملا ہوا ہوسکتا ہے جس سے تو مخلوق میں سب سے زیادہ محبت فرماتا ہے، تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا، اے آدم! تو نے سچ کہا، بیشک وہ تمام مخلوق میں مجھے سب سے محبوب ہے اور جب تو نے مجھ سے اُس کے وسیلے سے سوال کیا ہے تو میں تجھے بخشش دیتا ہوں اور اگر محمد نہ ہوتے میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔

امام طبرانی علیہ الرحمہ نے اپنی روایت میں اتنا زیادہ لکھا ہے:

"وَهُوَ آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ ذُرِّیَّتِكَ"

ترجمہ: وہ تیری اولاد میں تمام نبیوں میں سے آخری ہوں گے۔

(مستدرک للحاکم، ۳/۵۱۷، رقم ۴۲۸۶، معجم اوسط للطبرانی، رقم ۶۴۹۸، البدایہ والنہایہ لابن کثیر، ۱/۱۲۷)

امام سبکی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

جب اعمال سے توسل کرنا جائز ہے جیسا کہ غار والوں کی صحیح حدیث میں موجود ہے

حالانکہ اعمال بھی تو مخلوق ہی ہیں پس حضور نبی کریم ﷺ سے سوال کرنا تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا اور عموماً ہوتا بھی یوں ہی ہے کہ اگر کسی شخص کی دوسرے شخص کے یہاں کوئی قدر و منزلت ہو اور کوئی اس کی غیر موجودگی میں اس کے ذریعے سے استدعا کرے تو دوسرا شخص اپنے مقرب کی وجہ سے اسے عزت بخشتا ہے اور محبوب یا قابل تعظیم شخص کا ذکر باعث قبولیت ہوتا ہے۔

اور ان اُمور کو توسل، استغاثہ، شفاعت وغیرہ سے تعبیر کرنے میں کوئی خاطر خواہ فرق نہیں ہے، اِن سب کا ماحصل یہ ہے کہ حاجت کے وقت اِس شخصیت کے وسیلے سے اُس ہستی کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرانا ہے جس کی بارگاہ میں اِس شخصیت کا مقام و مرتبہ ہے اور جو ہستی خود اِس سے زیادہ مرتبے والی ہے۔

دنیاوی زندگی میں حضور نبی کریم ﷺ سے توسل

﴿17﴾ امام نسائی (اپنی سنن میں) اور امام ترمذی اپنی جامع کی ''کتاب الدعوات'' میں حضرت سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا ضَرِيرَ الْبَصَرِ أَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ أُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يُعَافِيَنِي قَالَ إِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَإِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قَالَ فَادْعُ : فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَلْيُحْسِنْ وُضُوءَهُ وَيَدْعُوَ بِهٰذَا الدُّعَاءِ أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَامُحَمَّدُ إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هٰذِهِ لِتُقْضَى لِي : أَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ:

ترجمہ: ایک نابینا شخص حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے دعا کیجئے کہ مجھے شفا عطا فرمائے، آپ نے فرمایا: اگر چاہو تو دعا کروں اور اگر چاہو تو صبر کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے تو اس نے عرض کی دعا فرمائیں، تو آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ جا کر اچھی طرح وضو کرو اور اس طرح دعا مانگو۔

اے اللہ میں تیرے نبی رحمت محمد ﷺ کے وسیلے سے تجھ سے سوال کرتا اور تیری طرف

متوجہ ہوتا ہوں، یارسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کے وسیلے سے اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت بر آئے، اے اللہ! تو میرے حق میں حضور ﷺ کی شفاعت قبول فرما۔

☆ امام بیہقی علیہ الرحمہ نے اس روایت کی تصحیح کرتے ہوئے اتنے اضافہ کیا ہے:

فَقَامَ وَقَدْ أَبْصَرَ

ترجمہ: جب وہ شخص کھڑا ہوا تو دیکھ رہا تھا۔

جبکہ ایک روایت میں ہے: فَفَعَلَ الرَّجُلُ فَبَرَأَ

ترجمہ: اس نے وہ عمل کیا تو صحت یاب ہو گیا۔

(سنن کبری للنسائی، رقم ۱۰۴۱۹، سنن ترمذی، رقم ۳۵۷۸، دلائل النبوۃ للبیہقی، ۶/ ۱۶۶)

حضور نبی کریم ﷺ سے وصال کے بعد توسل

﴿18﴾ امام طبرانی ''معجم کبیر'' میں حضرت سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ایک شخص حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنی کوئی حاجت لے کر گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی جانب کوئی خاص توجہ نہیں فرمائی اور نہ ہی اس کی حاجت پوری فرمائی تو اس کی ملاقات عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو اس نے اپنے معاملے کی شکایت پیش کی، آپ نے فرمایا: وضو خانے جاؤ، وضو کرو اور پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرو پھر یوں دعا مانگو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِىِّ الرَّحْمَةِ يَامُحَمَّدُ اِنِّىْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّىْ فِىْ حَاجَتِىْ هٰذِهِ لِتُقْضٰى لِىْ:

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے نبی محمد نبی رحمت ﷺ کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں اور اے محمد! میں آپ کے ربّ جل جلالہ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کے وسیلے سے ملتجی ہوں کہ میری حاجت پوری کر دی جائے۔

اور پھر اپنی حاجت طلب کرو۔ پس وہ شخص گیا اور اس نے ویسا ہی کیا پھر وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر حاضر ہوا تو دربان نے آ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا پس آپ نے اسے اپنے ساتھ چٹائی پر بٹھایا اور پوچھا تیری کیا حاجت ہے؟ تو اس نے اپنا سوال پیش کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے پورا کر دیا اور فرمایا: اگر کوئی اور حاجت بھی ہو تو ابھی مانگ لو؟

اس نے عرض کی مزید کوئی حاجت نہیں، پھر وہ شخص وہاں سے نکلا تو حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ جل جلالہ تمہیں جزائے خیر دے کہ اگر آپ ان کے پاس میرے لیے سفارش نہ کرتے تو شاید وہ میری جانب کوئی توجہ ہی نہ فرماتے اور نہ ہی میری حاجت پوری ہوتی۔

تو حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس بارے میں ان سے کوئی بات نہیں کی البتہ معاملہ یوں ہے کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے اپنے اندھے پن کی شکایت کی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کروں اور اگر تم چاہو تو صبر کرو۔

اس نے عرض کی! یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی سہارے والا نہیں ہے اور مجھے اندھے پن سے بہت پریشانی ہوتی ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جاؤ وضو کر کے آؤ پھر دو رکعت نماز ادا کرو اور ان کلمات کے ساتھ دعا مانگو۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! کہ ابھی ہمیں کچھ ہی دیر گزری تھی اور ہم وہاں سے اٹھے بھی نہ تھے کہ وہ شخص آیا اور گویا اسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔

(معجم کبیر للطبرانی ،۹/ ۱۸، معجم صغیر للطبرانی ،۱/ ۱۸۳، دلائل النبوۃ للبیہقی ،۶/ ۱۶۶)

﴿19﴾ امام طبرانی علیہ الرحمہ ''معجم کبیر و اوسط'' میں حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

سے روایت کرتے ہیں:

جب حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا جو کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں تو حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا: اے میری والدہ کے بعد میری ماں! اللہ تعالیٰ جل جلالہ تم پر رحم فرمائے پھر آپ نے ان کی مزید تعریف بیان فرمائی اور اپنی چادر ان کے کفن کے لیے عطا فرمائی۔

پھر آپ ﷺ نے حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ایک سیاہ فام غلام کو بلایا کہ وہ قبر کھودیں تو انہوں نے قبر کھودی، جب یہ لوگ لحد کی جگہ تک پہنچے تو حضور ﷺ نے بذات خود اپنے مبارک ہاتھوں سے قبر کھودنا شروع فرمائی اور اپنے ہاتھوں سے مٹی باہر نکالی، جب اس سے فارغ ہوئے تو قبر میں داخل ہو کر لیٹ گئے اور ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اِغْفِرْ لِأُمِّیْ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَسَدٍ وَلَقِّنْهَا حُجَّتَهَا وَوَسِّعْ عَلَیْهَا مَدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِیِّكَ وَالْأَنْبِیَاءِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِیْ فَاِنَّكَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہی زندگی اور موت دیتا ہے اور وہ خود زندہ ہے اسے موت نہیں، اے اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور اسے سوالات میں آسانی عطا فرما اور اس کی قبر کو کشادہ فرما اپنے نبی محمد ﷺ اور مجھ سے قبل انبیائے کرام کے وسیلے سے، پس بیشک تو ہی سب بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے ان پر چار مرتبہ تکبیر پڑھی (یعنی نماز جنازہ ادا فرمائی) اور آپ ﷺ، حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہما و حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں قبر میں اُتارا۔

(معجم کبیر للطبرانی، ۳۵۲/۲۴، معجم اوسط للطبرانی، ۱۵۲/۱)

اس روایت سے پتہ چلا کہ انبیائے کرام علیہم السلام سے توسل کرنا حضور نبی کریم ﷺ

کا طریقہ ہے تو اُمت محمدیہ اس بات کی زیادہ حق دار ہے کہ انہیں اس بات (یعنی اپنے نبی کریم ﷺ اور دیگر صالحین کرام سے توسل کرنے) سے منع نہ کیا جائے۔

حضور نبی کریم ﷺ سے وصال کے بعد انہیں وسیلہ بنانے کا معنی یہ ہے کہ وہ اسی طرح دعا فرمائیں جیسا کہ اپنی دنیاوی حیات میں فرمایا کرتے تھے۔

﴿20﴾ امام بیہقی اور امام ابن ابی شیبہ حضرت مالک الدار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

لوگ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قحط سالی کا شکار ہو گئے تو ایک شخص نے قبر رسول ﷺ پر حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! اپنی اُمت کیلئے بارش کی دعا فرمائیں وہ قحط سالی سے ہلاک ہوئی جاتی ہے؟ تو حضور نبی کریم ﷺ ان کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ اور ان سے میرا سلام کہو اور انہیں خبر دے دو کہ تمہیں سیراب کیا جائے گا اور یہ بھی کہنا کہ اُمور سلطنت کے بارے میں مزید زیرکی و دانائی سے کام لیا کریں۔

پس اس شخص نے حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر سنایا تو آپ رونے لگے پھر عرض کی اے میرے ربّ! میں اپنے طور پر کسی بھی طرح کی کوتاہی سے روا نہیں رکھتا سوائے اس کے کہ میں اس کام سے عاجز آ جاؤں:

(دلائل النبوۃ للبیہقی، ۷/۴۷، تاریخ کبیر للبخاری، ۷/۳۰۴، مصنف ابن ابی شیبہ، ۱۲/۳۱)

حضرت سیف (بن عمر الضبی) علیہ الرحمہ نے ''الفتوح'' میں روایت کیا ہے کہ وہ خواب دیکھنے والے صحابی رسول حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ تھے۔

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے عالم برزخ میں مدد طلب کرنا اور آپ ﷺ کا وہاں اپنے ربّ تعالیٰ سے دعا مانگنا ناممکن نہیں ہے نیز آپ ﷺ کو اس بات کا بھی علم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سے کس بارے میں سوال کیا جا رہا ہے۔

اور حضور نبی کریم ﷺ سے ایسے اُمور میں توسل کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے عطا کردہ منصب شفاعت کے سبب اس سوال کے پورا کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ اسی لیے آپ ﷺ کی دعا کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ (حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا کہ) ''میں جنت میں آپ ﷺ سے آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں'' تو یہ اسی سبب سے تھا کہ آپ ﷺ ہی تو اس دعا کی قبولیت کا سبب اور شفاعت کرنے والے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ سے میدان قیامت میں توسل اور آپ کا اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی بارگاہ میں شفاعت کرنا

اس بارے میں کثیر روایات صحیحہ کے سبب اجماع قائم ہو چکا ہے، امام حاکم حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

﴿21﴾ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی، اے عیسیٰ! تم خود بھی محمد پر ایمان لاؤ اور جو لوگ تمہارے پیرو ہیں انہیں بھی حکم دو کہ وہ اِن پر ایمان لائیں پس اگر محمد نہ ہوتے تو میں آدم کو بھی پیدا نہ کرتا اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں جنت وجہنم کو بھی پیدا نہ کرتا، بیشک جب میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ مضطرب تھا تب میں نے اِس پر لکھا ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' تو اسے سکون ملا۔

(مستدرک للحاکم،۳/۵۱۶، رقم ۴۲۸۵)

پھر بھلا کیوں نہ ہم ان سے شفاعت طلب کریں اور توسل کریں جن کا اپنے پروردگار کے نزدیک ایسا عظیم مقام ہے (اور آپ ﷺ کا مقام تو بہت بلند و بالا ہے بلکہ آپ ﷺ کی اُمت کے) صالحین سے توسل کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ امام سبکی علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا ہے۔

امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے سند جید کے ساتھ ''شفا شریف'' میں حضرت سیدنا امام

مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ امیر المومنین ابو جعفر نے ایک مرتبہ مسجدی نبوی میں حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے کسی مسئلے کے بارے میں گفتگو کی تو حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے امیر المومنین! اس مسجد میں اپنی آواز کو بلند نہ کریں، بیشک اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ایک قوم کو اس بارگاہ کا ادب یوں سکھایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ

(سورۃ الحجرات ۴۹، آیت ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور اُن کے ساتھ اِس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہو جائیں اور تمہیں (ایمان اور اعمال کے برباد ہو جانے کا) شعور تک بھی نہ ہو۔

اور ایک قوم کی یوں تعریف بیان فرمائی:

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (سورۃ الحجرات ۴۹، آیت ۳)

ترجمہ: بیشک جو لوگ رسول اللہ کی بارگاہ میں (ادب و نیاز کے باعث) اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے چن کر خالص کر لیا ہے۔ ان ہی کے لئے بخشش ہے اور اجر عظیم ہے۔

جبکہ ایک قوم کی یوں مذمت بیان فرمائی:

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ

ترجمہ: بیشک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر (آپ کے

بلند مقام و مرتبہ اور آدابِ تعظیم کی) سمجھ نہیں رکھتے۔ (سورۃ الحجرات ۴۹، آیت ۴)

بیشک وصال کے بعد بھی آپ ﷺ کا احترام اُسی طرح ہوگا جیسا کہ حالت حیات میں تھا تو ابو جعفر گھبرا گیا اور عرض کرنے لگا اے ابو عبداللہ! کیا میں قبلے کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا حضور نبی کریم ﷺ کی جانب رخ کر کے؟ تو آپ نے فرمایا:

تم اِن سے اپنے رخ کو کیوں پھیرتے ہو؟ حالانکہ یہ تو تمہارے اور تمہارے والد حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کا بھی قیامت تک کیلئے وسیلہ ہیں؟ بلکہ آپ انہیں کی جانب رُخ کریں اور ان سے شفاعت طلب کریں پس اللہ تعالیٰ جل جلالہ ان کی برکت سے شفاعت قبول فرمائے گا۔ اللہ تعالی جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا (سورۂ نساء ۴، آیت ۶۴)

ترجمہ: اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔

پس ذرا امام مالک رضی اللہ عنہ کے اس کلام پر غور کرو جو زیارت روضۂ رسول ﷺ، توسل اور دعا کے وقت ان کی طرف رُخ کرنے اور حُسنِ آداب جیسے کلام پر مشتمل ہے۔

امام ابن جوزی علیہ الرحمہ نے ''کتاب الوفا'' میں حضرت ابو بکر بن المقری علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے:

میں (امام ابو بکر مقری)، امام طبرانی (امام ابو القاسم سلیمان) اور امام ابو الشیخ (ابو محمد عبداللہ المعروف ابو الشیخ اصفہانی) حرم رسول میں موجود تھے اور ہمیں شدید بھوک لگی ہوئی تھی، جب عشاء کا وقت آیا تو ہم نے قبر رسول ﷺ پر حاضر ہو کر عرض کی، یا رسول اللہ! بھوک لگ رہی ہے، پھر میں نے منہ پھیرا

توحضرت ابوالقاسم نے فرمایا کہ اب بیٹھ جاؤ کہ اب یا تو کوئی رزق آئے گا یا پھر موت، حضرت ابو بکر فرماتے ہیں کہ پھر میں اور ابوالشیخ سو گئے جبکہ طبرانی انتظار کرتے رہے کہ اچانک دروازے پر ایک علوی (حضرت علی مرتضیٰ کی اولاد میں سے) آیا اور دروازہ کھٹکھٹانے لگا تو ہم نے دروازہ کھولا۔

تو اس کے ساتھ دو غلام تھے اور ان کے پاس تھیلے میں کھانے کی بہت ساری چیزیں تھیں تو ہم بیٹھ کر کھانے لگے اور گمان کرنے لگے کہ باقی بچا ہوا کھانا غلام اپنے ساتھ واپس لے جائیں گے لیکن وہ لوگ سب کچھ ہمارے ہی پاس چھوڑ کر واپس چلے گئے۔

جب ہم کھانا کھا چکے تو اس علوی شخص نے کہا، کیا تم نے حضور نبی کریم ﷺ سے اس بات کی شکایت کی تھی؟ بیشک میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ نے مجھے یہ سامان وغیرہ تمہارے پاس لانے کا حکم ارشاد فرمایا۔

امام (شیخ الشام ابوعبداللہ احمد بن یحییٰ) ابن الجلاء علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور حالت یہ تھی کہ میں کئی روز سے فاقہ کر رہا تھا پس میں قبر رسول ﷺ پر آیا اور عرض کی میں تو آپ ﷺ کا مہمان ہوں، یہ کہہ کر میں سو گیا پھر میں نے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی پس میں نے خواب ہی میں آدھی روٹی کھالی پھر اچانک میں بیدار ہوا تو آدھی روٹی میرے ساتھ ہی میں تھی۔

امام ابوالخیر اقطع (تیناتی مغربی) علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

میں مدینہ منورہ میں فاقوں کی حالت میں حاضر ہوا حتی کہ پانچ دن مزید ایسے گزرے کہ میں نے کوئی چیز نہیں چکھی تو میں حضور نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہوا اور میں نے حضور ﷺ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پیش کیا اور عرض کی:

یا رسول اللہ! میں آپ کا مہمان ہوں؟ اتنا عرض کر کے میں مزار شریف کے قریب ہی سو گیا تو میں نے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی در یں حال کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ

کے دائیں طرف اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے بائیں طرف تھے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے سامنے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے اٹھایا اور فرمانے لگے اُٹھو! حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے ہیں تو میں فوراً کھڑا ہوا اور آگے بڑھ کر حضور ﷺ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو حضور ﷺ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی اس میں سے میں نے آدھی کھالی پر جب میں بیدار ہوا تو باقی آدھی روٹی میرے ہاتھوں میں تھی۔

امام ابوعبداللہ محمد بن ابی زرعہ صوفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

میں نے اپنے والد کے ساتھ مکہ معظّمہ کا سفر کیا، ہمارے ساتھ عبدالرحمٰن خفیف بھی تھے، ہمیں شدید فاقہ لاحق ہوگیا، ہم رسول اللہ ﷺ کے شہر میں داخل ہوئے اور رات خالی پیٹ ہی گزاری اور میں ابھی بالغ نہیں ہوا تھا (برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے) میں بار بار اپنے والد کے پاس آتا اور کہتا کہ مجھے بھوک لگی ہوئی ہے، میرے والد روضۂ اَقدس پر حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! میں آج رات آپ ﷺ کا مہمان ہوں اور مراقبہ میں سر جھکا کر بیٹھ گئے۔

کچھ دیر بعد انہوں نے سر اٹھایا تو کبھی وہ روتے اور کبھی ہنستے ان سے وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا کہ مجھے حضور سید عالم ﷺ نے اپنے دیدار سے نوازا اور مجھے کچھ درہم عنایت فرمائے ہیں، انہوں نے ہاتھ کھولا تو درہم موجود تھے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ ہم شیراز لوٹنے تک ان میں سے خرچ کرتے رہے۔

امام احمد بن محمد صوفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

میں تین ماہ بادیہ پیمائی کرتا رہا، میرے جسم کی کھال پھٹ گئی اس کے بعد میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کیا پھر سو گیا خواب میں مجھے حضور سید عالم ﷺ

نے اپنے جمال جہاں افروز سے سرفراز فرمایا اور ارشاد فرمایا احمد! آ گئے ہو؟ عرض کی جی ہاں

حضور میں بھوکا ہوں اور آپ کا مہمان ہوں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اپنے دونوں ہاتھ کھولو، میں نے دونوں ہاتھ گدایانہ انداز میں آپ ﷺ کے سامنے پھیلا دیئے تو آپ نے میرے دونوں ہاتھ درہموں سے بھر دیئے، میں بیدار ہوا تو دونوں ہاتھ درہموں سے بھرے ہوئے تھے، میں اٹھا اور اپنے لیے روٹی خریدی اور فالودہ خریدا اور کھا کر اسی وقت جنگل کا رُخ کیا۔

امام ابن عساکر علیہ الرحمہ نے اپنی تاریخ میں سند کے ساتھ حضرت ابوالقاسم ثابت بن احمد بغدادی علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے:

انہوں نے شہر مدینہ میں قبر رسول ﷺ کے قریب ایک شخص کو دیکھا جو اذان دے رہا تھا جب اس شخص نے کہا" اَلصَّلٰوۃُ خَیرٌ مِنَ النَّوْمِ" تو مسجد نبوی کے ایک خادم نے آکر اسے تھپڑ مارا وہ شخص رونے لگا اور عرض کی یارسول اللہ! آپ کے دربار میں میرے ساتھ ایسا سلوک کیا جارہا ہے؟ (اتنا عرض کرنا تھا کہ) اُس خادم کو فوراً فالج ہوا تو اسے اٹھا کر گھر لے جایا گیا جہاں تین دن کے اندر اس کا انتقال ہوگیا۔

ماقبل جتنے واقعات مذکور ہوئے انہیں امام ابن جوزی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''الوفاء'' میں نقل کیا ہے نیز ان کے علاوہ امام محمد بن موسیٰ بن نعمان (مزالی مراکشی) نے اپنی کتاب ﴿مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام علیه و علی آله افضل الصلاة وأذکی السلام فی الیقظة و المنام﴾ میں بھی ذکر کیا ہے (اس کتاب کا شاندار ترجمہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ نے کیا ہے جو"پکارو یارسول اللہ" کے نام سے مکتبہ قادریہ لاہور سے شائع ہو چکا ہے)۔

امام ابن نعمان (صاحب کتاب ''مصباح الظلام'') نے ان افراد سے نقل کیا جن کے ساتھ یہ واقعہ ہوا یا کسی دوسرے شخص سے نقل کیا ہے:

میں نے ابواسحاق ابراہیم بن سعد علیہ الرحمہ کو فرماتے سنا کہ میں نبی اکرم ﷺ کے شہر

میں تھا اور میرے ساتھ تین فقراء بھی تھے ہم سب فاقے کی لپیٹ میں آ گئے، میں نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے پاس کچھ نہیں ہے، ہمارے لیے کسی بھی چیز کے تین سیر کافی ہیں؟ کچھ دیر کے بعد مجھے ایک شخ ملا اس نے مجھے تین سیر عمدہ کھجوریں دے دیں۔

میں نے ابو محمد عبد السلام بن عبد الرحمٰن حسینی الفاسی علیہ الرحمہ کو فرماتے ہوئے سنا:

میں تین دن تک مدینہ منورہ میں مقیم رہا اور کچھ بھی کھانے کو نہیں ملا تو بے قرار ہو کر منبر رسول ﷺ کے پاس آیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور عرض کی، اے جدّ امجد! مجھے بھوک لگی ہے اور کھانے کو ثرید چاہیے اتنا کہنے کے بعد مجھے نیند نے آلیا تو میں سو گیا ابھی میں نیند ہی میں تھا کہ کسی نے آ کر مجھے اٹھایا تو میں اٹھ گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص کے ہاتھوں میں لکڑی کا پیالہ ہے جس میں ثرید، گوشت، گھی اور دیگر کھانے کا سامان ہے، اس شخص نے مجھ سے کہا کہ کھاؤ، میں نے کہا یہ کہاں سے لائے ہو؟ اس نے کہا میرے چھوٹے بچے تین دن سے ایسے کھانے کی آرزو کر رہے تھے سو آج میں نے کچھ کام کیا جس کے نتیجے میں یہ کھانا تیار ہوا پھر میں سو گیا تو خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا: تمہارے ایک بھائی نے ایسے کھانے کی آرزو کی ہے اسے بھی کھلاؤ۔

میں نے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی الامان علیہ الرحمہ کو فرماتے ہوئے سنا:

میں مدینۃ النبی ﷺ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے محراب کے پیچھے تھا اور سید مکثر قاسمی اسی محراب کے پیچھے سوئے ہوئے تھے کہ اچانک وہ بیدار ہوئے اور پھر بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے، سلام عرض کیا اور ہماری پاس تشریف لائے تو مسکرا رہے تھے، روضۂ مقدسہ کے خادم شمس الدین صواب نے اِن سے پوچھا کہ آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میں فاقے میں مبتلا تھا، میں گھر سے نکلا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے پاس آیا اور حضور نبی

کریم ﷺ سے استغاثہ کرتے ہوئے عرض کی کہ میں بھوکا ہوں، پھر میں سو گیا تو نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ نے مجھے دودھ کا پیالہ عطا فرمایا، میں نے وہ پی لیا یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا اور وہ یہ ہے، انہوں نے اپنے منہ سے دودھ نکال کر اپنے ہاتھ پر ڈالا جو ہم نے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

میں نے عبداللہ بن حسن دمیاطی علیہ الرحمہ کو فرماتے ہوئے سنا:

مجھے شیخ عبدالقادر تنیسی نے ''دمیاط'' کی سرحد کے پاس بیان کیا کہ میں فقراء کے طریقے پر چل رہا تھا اور اسی حال میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا تو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور بھوک کی شکایت پیش کی، میں نے گندم کی روٹی، گوشت اور کھجور کی خواہش کا اظہار کیا، روضہ مقدس کی زیارت کے بعد میں آگے بڑھ گیا، نماز پڑھی اور سو گیا۔

اچانک میں نے محسوس کیا کہ کوئی شخص مجھے نیند سے بیدار کر رہا ہے، میں اٹھا اور اس کے ساتھ چل دیا، وہ صورت و سیرت کے اعتبار سے حسین و جمیل جوان تھا، اس نے مجھے ثرید (شوربے میں بھیگی ہوئی روٹی) کا پیالہ پیش کیا، اس میں بکری کا گوشت تھا، صیحانی (مدینہ منورہ کی کھجوروں کی ایک قسم) کی کئی تہیں تھی نیز بہت سی روٹیاں تھیں جن میں جو کی روٹیاں بھی شامل تھیں، میں نے سب کچھ کھایا تو اس شخص نے مجھے تھیلے میں گوشت، روٹی اور کھجور ڈال کر دیں، اس نے بتایا کہ میں چاشت کی نماز کے بعد سویا ہوا تھا، مجھے خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی آپ نے مجھے یہ سب کچھ کرنے کا حکم دیا جو میں نے کیا ہے، آپ ﷺ نے ہی تمہاری طرف میری رہنمائی فرمائی اور روضہ مبارکہ میں تمہاری جگہ بھی بتائی اور تمہارے بارے میں بتایا کہ تم نے ان چیزوں کی درخواست کی ہے۔

میں نے اپنے دوست علی بن ابراہیم بن سوار بوصیری کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں نے عبدالسلام بن ابی القاسم صقلی کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ ایک معتبر آدمی نے ان سے بیان کیا

جس کا نام وہ بھول گئے:

اس شخص نے بیان کیا کہ میں مدینۃ النبی ﷺ میں تھا اور میرے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی، میں کمزور ہو گیا تو میں حجرۂ مبارک پر حاضر ہوا (جس میں سرکار دو عالم ﷺ کی آرام گاہ ہے) اور عرض کی: اے اوّلین و آخرین کے سردار! میں مصر کا باشندہ ہوں، مجھے آپ کے پڑوس میں پانچ مہینے ہو گئے ہیں اور میں (فاقوں کے سبب) کمزور ہو گیا ہوں۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے اور آپ ﷺ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ کسی شخص کو میرے لیے مقرر فرمائیں کہ وہ مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے یا یہاں سے نکلنے کا انتظام کر دے، پھر میں نے حجرۂ مقدسہ کے پاس چند دعائیں مانگیں اور منبر کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

اچانک ایک شخص حجرۂ مبارکہ کے پاس آیا اور کچھ دیر کھڑا ہو کر گفتگو کرتا رہا، وہ کہہ رہا تھا اے جد کریم! اے جد کریم! پھر وہ آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا اٹھو، میں اٹھ کر اس کے ساتھ چل دیا، وہ باب جبرائیل سے نکلا اور جنت البقیع کی طرف روانہ ہو گیا، اس سے بھی گزر کر آگے بڑھ گیا، وہاں ایک خیمہ لگا ہوا تھا، ایک لونڈی اور ایک غلام بھی موجود تھا، اس شخص نے ان دونوں کو حکم دیا کہ اٹھو اور اپنے مہمان کے لیے کھانا تیار کرو، غلام اٹھا اس نے لکڑیاں جمع کیں اور آگ جلائی لونڈی نے اٹھ کر آٹا گوندھا اور گندم کی روٹی پکائی۔

اتنی دیر تک اس شخص نے مجھے گفتگو میں مصروف رکھا، یہاں تک کہ لونڈی روٹی لے آئی اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا، لونڈی گھی کا برتن لے آئی، گھی روٹی پر ڈالا، صیحانی کھجوریں بھی لے آئی، ان کو ملا کر عمدہ کھانا تیار کر دیا، اس شخص نے کہا کہ کھاؤ میں نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور ہاتھ روک لیا، اس نے کہا اور کھاؤ، میں نے تھوڑا سا کھایا اور ہاتھ روک لیا، اس نے کہا کہ اور کھاؤ پھر میں نے کچھ کھایا پھر اس نے کہا کہ کھاؤ، میں نے کہا: جناب میں نے کئی مہینوں سے گندم کی پکی

ہوئی چیز نہیں کھائی لہٰذا اب مزید نہیں کھا سکتا۔

اس نے آدھا حصہ جو الگ تھا اور جو کچھ مجھ سے بچا تھا وہ سب ایک تھیلی میں ڈالا، دو صاع کھجوریں تھیلی میں ڈالیں اور مجھ سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے بتایا کہ میرا نام فلاں ہے۔

اس شخص نے مجھے کہا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ آئندہ میرے جد امجد کی بارگاہ میں شکایت نہ کرنا کیونکہ آپ کو یہ بات گراں گزرتی ہے، اس وقت کے بعد جب بھی آپ کو بھوک لگے تو آپ کا رزق آپ کے پاس پہنچ جائے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کسی شخص کو بھیج دے جو تمہارے یہاں سے روانہ ہونے کا ذریعہ بن جائے۔

اور غلام کو کہا کہ اس شخص کو میرا جد امجد صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارکہ کے پاس چھوڑ آؤ، میں اس غلام کے ساتھ بقیع شریف کی طرف چل دیا، میں نے اسے کہا: تم واپس جاؤ اب میں پہنچ جاؤں گا، اس نے کہا جناب واللہ! میں آپ کو حجرۂ مبارکہ تک پہنچائے بغیر واپس نہیں جا سکتا ورنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے آقا کو اس کی اطلاع دے دیں گے، وہ غلام مجھے حجرہ شریف تک پہنچا کر واپس چلا گیا۔

میں وہ کھانا جو اس شخص نے دیا تھا چار دن تک کھاتا رہا پھر مجھے بھوک محسوس ہوئی تو وہی غلام میرے لیے کھانا لے آیا، اسی طرح وقت گزرتا رہا، جب مجھے بھوک محسوس ہوتی وہ غلام کھانا دے جاتا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ایک جماعت کو میرے لیے سبب بنا دیا، میں ان کے ساتھ "ینبع" کی طرف روانہ ہو گیا اور یہ سب کچھ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تھا۔

امام ابن نعمان (صاحب کتاب "مصباح الظلام") اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوالعباس احمد بن نفیس مقری تیونسی علیہ الرحمہ سے نقل کرتے ہیں:

میں مدینہ منورہ میں تین دن تک بھوکا رہا پھر میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس

پر حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! میں بھوکا ہوں؟ اس کے بعد میں نے ہلکی سی نیند لی تھی کی ایک لڑکی نے مجھے پاؤں سے اٹھایا اس کے اشارے پر میں اس کے ساتھ ہولیا اس کے گھر پہنچا تو اس نے مجھے گندم کی روٹی، کھجور اور گھی کھانے کو دیا۔

اور کہنے لگی اے ابوالعباس! کھاؤ مجھے میرے جد امجد ﷺ نے اس بات کا حکم دیا ہے اور آئندہ بھی تمہیں بھوک پریشان کرے تو ہمارے پاس چلے آنا۔

امام ابوسلیمان داؤد علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیف ''الزیارۃ'' (یعنی "البیان والانتصار فی زیارۃ النبی المختار") میں ماقبل واقعات کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

ان تمام واقعات میں ایک بات واضح ہوتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے سوال کرنے والوں کی حاجت برلانے کے لیے جنہیں حکم دیا تو وہ سب افراد سادات کرام ہی تھے خصوصاً جب کہ کسی کو کھانا کھلانے کا معاملہ تھا تو اس میں خاص سادات ہی کو حکم دیا گیا کیونکہ اخلاقی اقدار کی بلندی کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ جب کوئی مفلس سوال کرے تو اولاً خود عطا کرے یا پھر اپنے قریبی اہل وعیال کے ذریعے دے تو آپ ﷺ کے اخلاق کریمہ کے بھی یہی شایاں ہے کہ پہلے تو بذات خود کرم فرماتے ہیں یا پھر اپنی اولاد کے ذریعے نوازتے ہیں۔

امام سید سمہودی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اس بارے میں بہت سے واقعات موجود ہیں بلکہ کچھ تو ہمارے ساتھ بھی ہوئے ہیں پھر آپ نے اپنے واقعات میں سے بھی کچھ بیان کیے لیکن ہم یہاں اختصار کے پیش نظر انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔

امام شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ شرح مشکوۃ المصابیح اور اپنی دیگر تصانیف میں لکھتے ہیں:

اہل قبور سے استمداد کا بعض فقہاء نے انکار کیا ہے، ان کا انکار اگر اس بنا پر ہے کہ اہل قبور کو زائرین اور ان کے احوال کا علم نہیں ہے اور وہ (اہل قبور) ان کی بات نہیں سنتے تو اس کا بطلان

ثابت ہو چکا ہے اور اگر انکار اس بنا پر ہے کہ اہل قبور کو اس جگہ قدرت وتصرف حاصل نہیں ہے حتی کہ امداد کریں بلکہ وہ قید ہیں انہیں منع کیا گیا ہے، اور وہ لاحق ہونے والی مشقت اور سختی میں مصروف ہیں جس نے انہیں دوسرں سے روک رکھا ہے، تو میں کہتا ہوں کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے خصوصاً متقین (کے حق میں) جو اللہ تعالی جَلَّ جَلَالُہٗ کے دوست ہیں، ہوسکتا ہے کہ ان کی روحوں کو برزخ میں قرب اور قدر ومنزلت حاصل ہو جائے اور ان کا وسیلہ پکڑنے والے زائرین کی حاجتوں کی طلب، دعا اور شفاعت کی قدرت مل جائے جیسا کہ قیامت کے دن ہوگا تو اس کی نفی پر کونسی دلیل ہے؟؟

علامہ قاضی بیضاوی نے " وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا " کی میں تفسیر بدن سے جدا ہوتے وقت نفوس فاضلہ کی صفات کے ساتھ کی ہے، کہ انہیں جسموں سے کھینچ کر نکالا جاتا ہے اور وہ خوشی خوشی عالم ملکوت کی طرف چلے جاتے ہیں، وہاں سیر کرتے ہیں اور حضائر قدس کی طرف سبقت کرتے ہیں پس وہ شرافت اور قوت میں "مدبرات" میں سے ہو جاتے ہیں۔

کاش ہمیں علم ہوتا کہ یہ فرقہ جس استمداد واِمداد کا انکار کرتا ہے اس سے کیا مراد ہے؟؟ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کی طرف محتاج وفقیر دعا کرنے والا، اللہ تعالی جَلَّ جَلَالُہٗ سے دعا کرتا ہے اور بارگاہِ رب العزت سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے، اللہ تعالی جَلَّ جَلَالُہٗ کی بارگاہ میں مقرب، معظم ہستی کی روحانیت کو وسیلہ بناتا ہے اور کہتا ہے اے مولیٰ! اس بندۂ کریم کی برکت سے جس پر تو نے رحمت اور سرفرازی فرمائی ہے اور تیرا خاص لطف وکرم اس کی طرف مبذول ہے، میری حاجت پوری فرمادے کہ تو کریم حاجت روا ہے، یا اس بندۂ مکرم کو نداء کرتا ہے کہ اے بندۂ خدا! اے اللہ تعالی جَلَّ جَلَالُہٗ کے ولی! میری سفارش کیجئے اور اللہ تعالی جَلَّ جَلَالُہٗ سے دعا کیجئے کہ میرا مقصود ومدعا پورا فرمائے اور میری حاجت بَرلائے۔

پس عطا فرمانے والا اور جس سے سوال کی امید ہے وہ اللہ تعالی جَلَّ جَلَالُہٗ ہی ہے، یہ بندہ

درمیان میں صرف وسیلہ ہے، ''قادر'' ''فاعل'' اور'' وجود میں تصرف فرمانے والا'' صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ﷻ ہے، اولیاء اللہ اپنے ربّ کے فضل، اس کی قدرت اور اس کے غلبے کے سامنے فانی وعاجز ہیں، ان کے لئے (حقیقی) فعل قدرت اور تصرف نہ اب ثابت ہے اور نہ ہی اس وقت ثابت تھا جب وہ دنیا میں زندہ تھے (یعنی ذاتی تصرف، ورنہ عطائی کی شیخ اگلی عبارات میں خود وضاحت کر رہے ہیں) اِمداد واِستمداد اس معنی کے لحاظ سے جو ہم نے ذکر کیا (یعنی اللہ تعالیٰ ﷻ کی عطا سے) اگر موجبِ شرک اور ماسوی اللہ کی طرف توجہ کا سبب ہے جیسا کہ منکر گمان کرتے ہیں تو چاہیے کہ صالحین اور اولیاء اللہ سے ان کی ظاہری حیات میں بھی توسل اور ان سے دعا کی درخواست ممنوع ہو حالانکہ یہ ممنوع نہیں بلکہ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین میں شائع اور متعارف ہے۔

اگر منکرین (مسئلہ امداد وتوسل) کہیں کہ یہ حضرات وفات کے بعد معزول ہو گئے ہیں اور اس حالت اور کرامت سے باہر جا چکے ہیں جو کہ انہیں دنیاوی زندگی میں حاصل تھی تو ہم پوچھتے ہیں کہ اس پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ اور اگر کہیں کہ وفات کے بعد لاحق ہونے والی آفات کے سبب انہیں روک دیا گیا ہے اور وہ ان آفات کی طرف متوجہ ہو چکے ہیں تو جواب یہ ہے کہ یہ کلیہ نہیں ہے اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل ہے کہ یہ مشغولیت قیامت کے دن تک مسلسل جاری رہے گی، زیادہ سے زیادہ یہ کہ مخلوق کی طرف توجہ ہمیشہ نہ ہو اور اِستمداد کا فائدہ عام نہ ہو بلکہ ممکن ہے کہ بعض حضرات عالم قدس کی طرف منہمک ہوں اور اللہ تعالیٰ ﷻ کی صفات کی طرف انکی محویت کا یہ عالم ہو کہ نہ تو ان کی توجہ دنیا کی طرف ہو اور نہ ہی انہیں احساس ہو اور وہ (اس محویت کے باعث) دنیا میں کوئی تصرف اور تدبیر بھی نہ کر سکتے ہو جیسا کہ اس جہان میں بھی مجذوبوں اور اصحاب ہوش کے حال کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔

لیکن مطلقاً اِستمداد وتوسل کی نفی کرنے کی کوئی وجہ نہیں اور نہ ہی کوئی دلیل اس انکار پر موجود ہے بلکہ اس انکار کے خلاف پر دلائل قویہ قائم ہیں۔

ہاں! اگر زائرین میں سے کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ اہل قبور مستقل طور پر متصرف اور قادر ہیں اور انہیں (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف متوجہ ہونے اور اس سے درخواست کرنے کی حاجت نہیں ہے جیسے کچھ جاہل اور غافل عوام عقیدہ رکھتے ہیں اور ایسے کام کرتے پھرتے ہیں جو دین میں حرام اور ممنوع ہیں مثلاً قبر کو بوسہ دینا، اسے سجدہ کرنا اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا وغیرہ ایسے اُمور جن سے شریعت نے منع کیا اور ڈرایا ہے بلکہ بعض نے تو قبر کی طرف سجدہ کرنے کو کفر لکھا ہے تو یہ عقیدہ و افعال ممنوع و حرام ہوں گے اور عوام کا فعل لائق اعتبار نہیں ہے بلکہ وہ اس بحث ہی سے خارج ہے، حاشا و کلا کہ شریعت کا عالم اور احکام دین کی معرفت رکھنے والا کوئی شخص ایسا عقیدہ رکھے اور ایسے کام کرے۔

کاملین کی ارواح سے اہل کشف مشائخ کی استمداد اور استفادہ کی روایات بے شمار اُن کی کتابوں میں مذکور اور جہاں بھر میں مشہور و معروف ہیں لہٰذا ہمیں یہاں ان کے ذکر کی حاجت نہیں، نیز ہوسکتا ہے کہ متعصب و منکر کو (اپنے خبث باطن کی بنا پر) بزرگان دین کے کلمات فائدہ نہ دیں، ہم اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے اس بارے میں عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

ہاں! زیارت قبور کا سنت طریقہ یہ ہے کہ اہل قبور کو سلام کیا جائے، ان کے لیے استغفار کیا جائے اور تلاوت قرآن (کر کے انہیں ایصال ثواب) کیا جائے لیکن ان کاموں سے استمداد کی نفی تو لازم نہیں آتی، پس زیارت دراصل اہل قبور کی امداد اور ان سے استمداد دونوں ہی طور پر ہوتی ہے اور اس معاملے میں زائرین اور جن کی زیارت کی جاتی ہے، دونوں کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں۔ (اشعۃ اللمعات، باب حکم الاسراء، ج 5/ 234-231)

میں (امام محمد عابد سندی) کہتا ہوں:

'سنت سے بھی اِستمداد کا ثبوت موجود ہے، امام ابن عساکر علیہ الرحمہ اپنی تاریخ میں اور امام ابن جوزی علیہ الرحمہ "مثیر الغرام" میں اور امام ابن نجار ("الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ" میں) اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ محمد بن حرب ہلالی رضی اللہ عنہ نے

فرمایا:

میں حضور نبی کریم ﷺ کے مزار مبارک پر حاضر ہوا زیارت کی اور ایک جانب ہو کر بیٹھ گیا اتنے میں ایک اَعرابی شخص آیا جبکہ حضرت ابو سعید سمعانی علیہ الرحمہ کی روایت جو حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں مذکور ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی تدفین کے تین دن بعد ایک اَعرابی شخص آیا اور خود کو تربت اَقدس پر گرا دیا اور قبر انور کی مٹی اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنے لگا اور کہتا جا رہا تھا کہ ہم نے آپ ﷺ کی زبانی اللہ کا یہ فرمان سنا ہے ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا: (سورہ نساء۴، آیت ۶۴) ترجمہ: اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔﴾ اور میں بھی اپنی جان پر ظلم کر کے آپ کے دربار میں حاضر ہو گیا ہوں کہ میری بخشش ہو جائے تو قبر انور سے آواز آئی:

اَنَّهُ قَدْ غُفِرَ لَكَ

(میرے دربار میں حاضر ہونے والے مایوس نہ ہو) تمہاری مغفرت کر دی گئی ہے۔

تو یہ واقعہ صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوا اور کسی ایک صحابی نے بھی اس اَعرابی کے کام و کلام پر اعتراض نہیں کیا تو گویا اس پر اُن کا اجماع ہو گیا اور ذہن نشین رہے کہ یہ تمام باتیں انبیائے کرام کے علاوہ میں ہیں کہ بے شک انبیائے کرام کی حیات مبارکہ میں کسی ایک عالم نے بھی اختلاف نہیں کیا۔

﴿22﴾ امام ابو داود علیہ الرحمہ کی حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث ﴿

"مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ" کوئی شخص ایسا نہیں جو

مجھ پر سلام بھیجے لیکن اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس کر دیتا ہے یہاں تک کہ میں اُس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ [سنن ابی داؤد: کتاب المناسک: باب: زیارۃ القبور: ص: ۳۵۳: رقم: ۲۰۴۱: مسند احمد: ۱۶/ ۴۷۷: رقم: ۱۰۸۱۵: السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵/۴۰۲: رقم: ۱۰۲۷۰: شعب الایمان: ۶/ ۵۲: رقم: ۳۸۶۴: المعجم الاوسط: ۳/ ۲۶۲: رقم: ۳۰۹۲: مجمع البحرین للھیثمی: ۸/ ۲۵: رقم: ۴۶۴۸] ﷺ سے جو اشکال پیدا ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں مخاطب کی عقل و فہم کے لحاظ سے کلام کیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک سننے کیلئے روح کا لوٹایا جانا ضروری ہے گویا کہ یوں کلام فرمایا کہ میں سب کا سلام سنتا ہوں اور سب ہی کو جواب سے نوازتا ہوں تو (وصال ظاہری کے بعد) پہلے سلام کے وقت روح اقدس لوٹا دی گئی اور پھر قبض نہیں کی گئی کیونکہ بار بار روح اَقدس کا لوٹایا جانا تو بے شمار مرتبہ وصال کو مستلزم ہے (جو کہ نصوص قرآنی اور عقلی دلائل کے بھی خلاف ہے) یا پھر لوٹائے جانے سے مراد معرفت ربانی کے اِستغراق سے افاقہ ہے پس اس طور پر یہ بارگاہ عظیمہ سے بشری اوصاف کی طرف التفاتِ روحانی ہوگا جیسا کہ "خلاصۃ الوفا" میں امام بیہقی علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے۔

امام ابن حجر مکی شافعی علیہ الرحمہ نے "الجوھر المنظم" میں لکھا ہے:

روح کے لوٹائے جانے پر تو اجماع قائم ہو چکا ہے لہٰذا اس میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں ، اختلاف تو صرف گفتگو نہ کرنے کے بارے میں ہے کہ جیسا کہ علمائے کرام نے اس بارے میں وضاحت کر دی ہے، پس بیشک حضور نبی کریم ﷺ دائمی طور پر حیات ہیں کیونکہ یہ بات محال ہے کہ دنیا بھر میں صبح و شام میں کوئی ایک بھی حضور نبی کریم ﷺ پر سلام نہ بھیجے۔

اور یہ توجیہ بطور خاص سلام کرنے والے کے حاضر نہ ہونے کی شرط صورت میں ہے اگر چہ (آپ ﷺ کی تو یہ شان ہے کہ) سلام کرنے والا کائنات کے کسی بھی گوشے سے سلام بھیجے تو آپ ﷺ اُسے جواب ارشاد فرماتے ہیں جیسا کہ حدیث کے ظاہر سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے لیکن دائمی حیات کے پائے جانے سے ہمیشہ گفتگو کا بھی پایا جانا لازمی نہیں (یہ امام ابن حجر مکی کا ذاتی

استدلال ہے، امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اس موضوع پر تفصیلی کلام اپنے رسالہ " انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیــــاء" میں لکھا ہے، اس کا ترجمہ شاندار دیدہ زیب طباعت اور راقم کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ جماعت محمودیہ قادریہ ،سجاول، سندھ کی جانب سے شائع ہو چکا ہے، ابومحمد غفرلہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام اپنے سلام دلنشین سے جواب عنایت فرماتے ہیں گویا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ آپ کو سلام کا جواب دینے کے لیے نطق کی قوت عطا فرما دیتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہ السلام کی حیات مبارکہ پر کثیر دلائل موجود ہیں جن کی وسعت کے یہ اوراق متحمل نہیں، امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اس بارے میں بہت سے رسائل تحریر فرمائے ہیں (انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء اور تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک وغیرہ)۔

اور اِن کی ذات والاصفات سے اِستمداد کرنا ہر زمانے میں معمول رہا ہے حتیٰ کہ خلافت راشدہ میں بھی اس کا معمول رہا جیسا کہ حضرت عتبی رضی اللہ عنہ کا واقع ان (صحابہ کرام) کے زمانے میں ہوا اور علم ہونے کے باوجود انہوں نے اس پر کوئی انکار نہیں فرمایا، اس لیے اب بھی کسی کو اس بارے میں شک وشبہ کرنے اور اس کے ناجائز ہونے کے بارے میں کلام کرنے کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔

باقی رہا اولیاء اللہ اور صالحین کا معاملہ! تو کیا اِن سے اِستمداد کرنے کے بارے میں علماء ومحدثین سے کوئی دلیل منقول ہے؟

ہاں! امام ابن جوزی علیہ الرحمہ نے "صفۃ الصفوۃ" میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم حربی نے فرمایا:

حضرت سیدنا معروف کرخی رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک قبولیت کے لیے اکسیر ہے۔

سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر انور قبولیت دعا کے لیے تریاقِ مجرب ہے،

مشائخ عظام میں سے ایک (غالباً شیخ عقیل منجی مراد ہیں) نے فرمایا:

میں نے چار مشائخ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی قبور میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح اپنی زندگی میں تصرف کرتے تھے یا اس سے بھی بڑھ کر، اس میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ معروف کرخی اور دو بزرگ (شیخ عقیل اور شیخ حیات بن قیس حرانی ہیں، جیسا کہ زبدۃ الآثار میں مذکور ہے) اور شمار کیے جاتے ہیں (اور ان چاروں میں حصر مقصود نہیں جو کچھ ان بزرگ نے دیکھا اور پایا اس کا بیان کردیا)۔

سیدنا امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

جس سے زندگی میں توسل وتبرک کرسکتے ہیں اُس سے وصال کے بعد بھی توسل و تبرک حاصل کرسکتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

یہ کلام دلائل کے بھی موافق ہے کیونکہ وصال کے بعد بھی روح کا باقی رہنا احادیث کے دلائل اور اجماع امت سے ثابت ہے، زندگی میں اور مرجانے کے بعد تصرف کرنے والی دراصل روح ہوتی ہے بدن نہیں اور حقیقتاً تصرف کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی ہے۔ نیز ولایت کہتے ہیں فنافی اللہ سے بقاباللہ کے مرتبے کو اور اس اعتبار سے تو وصال کے بعد مزید ترقی و کاملیت حاصل ہوتی ہے۔

امام سیدی شیخ احمد زروق (فقہاء ومشائخ دیار مغرب کی سردار) نے فرمایا:

ایک دن مجھ سے میرے شیخ ابوالعباس حضرمی نے دریافت کیا کہ کیا زندہ شخص کی مدد قوی ہوتی ہے یا وصال کیے ہوئے شخص کی؟ تو میں نے عرض کیا کہ لوگ زندوں کی امداد کو قوی کہتے ہیں جبکہ میں وصال کیے ہوئے لوگوں کی امداد کو قوی جانتا ہوں تو شیخ نے فرمایا: ہاں! کیونکہ وہ لوگ بارگاہ الٰہی میں موجودگی کے شرف سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

اہل تحقیق حضرات فرماتے ہیں:

زائر کی روح جس کی زیارت کی جارہی ہے اُس کی روح کے مقابل ہوتی ہے تو اس طرح سے اُس ولی اللہ کے فیضان واَسرار اور اِکرام واَلطاف کی شعاعیں اس کے زیارت کرنے والے پر پڑتی ہیں (تو زائر بھی اس فیضان خاص سے مستفید ہوجاتا ہے)۔

اور ہم اسی قدر جواب پر اکتفا کررہے ہیں یہ وہ کلام تھا بفضل الٰہی مجھ پر واضح ومنکشف ہوا اور اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُهُ بہتر جاننے والا ہے، اسے میں نے کہا اور اپنے قلم سے لکھا۔

﴿محمد عابد بن شیخ مرحوم احمد علی بن محمد مراد بن یعقوب بن محمود السندی مولداً الانصاری الایوبی الخزرجی نسباً النقشبندی طریقةً غفر الله تعالی له وأسلافه ومشائخه ذنوبهم ورضی الله تعالی عن الجمیع رضاءً لا یسخط بعده : آمین﴾

﴿فهرس المصادر والمراجع﴾

۱۔ **اثبات عذاب القبر**،للبیهقی:(ت:۴۵۸ھ)تحقیق: محمد حسن اسماعیل مطبعة دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الاولی سنة (۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴م)

۲۔ **احیاء العلوم الدین**، للغزالی(ت:۵۰۵ھ)مطبعة مصطفیٰ البابي الحلبي، مصر، الطبعة سنة (۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹م)

۳۔ **اخبار اصفهان**،للأصبهانی (ت:۴۳۰ھ) مطبعة بدیل مدینة لیدن، الطبعة الاولی سنة (۱۹۳۱م)

۴۔ **الاخلاص**،لابن ابي الدنیا (ت:۲۸۱ھ) تحقیق: مصطفیٰ عبد القادرعطا مطبعة المکتبة العصریة، بیروت، الطبعة الاولی سنة (۱۴۲۶ھ/۲۰۰۶م)

۵۔ **الادب المفرد**،للبخاری (ت:۲۵۶ھ) مطبعة مؤسسة الکتب الثقافیة، الطبعة الثانیة سنة (۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶م)

۶۔ **أسد الغابة**، لابن الاثیر (ت:۶۳۰ھ) تحقیق: علي محمد معوض، مطبعة دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الاولی

۷۔ **أشعة اللمعات شرح مشکاة المصابیح**، لعبد الحق الدهلوي (ت:۱۰۵۲ھ)مطبعة تیج کمار، لکنهؤ، الهند، الطبعة التاسعة سنة (۱۹۶۳ھ)

۸۔ **الاصابة فی تمیز الصحابة**، لابن حجر العسقلاني (ت:۲۵۲ھ) تحقیق: عادل احمد عبد الموجود، مطبعة دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الاولی سنة (۱۴۱۵ھ)

۹۔ **انباء الانباء فی حیاة الانبیاء**،ابو الحسن السندي، تحقیق: غلام مصطفیٰ القاسمي، مطبعة الشاه ولی الله، السند، الطبعة سنة (۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸م)

١٠ـ **البداية والنهاية**،لابن كثير (ت:٧٧٤هـ) تحقيق : الدكتور رياض عبد الحميد مراد ، مطبعة دار ابن كثير، دمشق ، الطبعة الاولى سنة (١٤٢٨هـ/٢٠٠٦م)

١١ـ **تاريخ الاسلام** ،للذهبي(ت:٧٤٨هـ)تحقيق : الدكتور عمر عبد السلام ، مطبعة دار الكتاب العربي ، بيروت ، الطبعة الثانية سنة (١٤١٧هـ/١٩٩٧م)

١٢ـ **تاريخ الامم والملوك** ،للطبرى (ت:٣١٠هـ) تحقيق : علي مهنا، مطبعة مؤسسة العلمي ، بيروت ، الطبعة الاولى سنة (١٤١٨هـ/١٩٩٨م)

١٣ـ **تاريخ بغداد** ، للبغدادي (ت:٨٦٣هـ) تحقيق : مصطفى عبد القادر عطا ، مطبعة دار الكتب العلمية ، بيروت ، الطبعة الاولى سنة (١٤١٧هـ/١٩٩٧)

١٤ـ **تاريخ الخلفاء** ،للسيوطي (ت:٩١١هـ) مطبعة دارمروان ، بيروت، الطبعة الاولى سنة (١٣٨٩هـ/١٩٦٩م)

١٥ـ **تاريخ الخميس**،للدياربكري ، مطبعة مؤسسة شعبان ، بيروت، الطبعة الاولى سنة ـ

١٦ـ **تاريخ دمشق** ، لابن عساكر (ت:٥٧١هـ) تحقيق : محب الدين ابي سعيد مطبعة دار الفكر ، بيروت، الطبعة الاولى سنة (١٤١٥هـ/١٩٩٥م)

١٧ـ **تاريخ الكامل** ، لابن الاثير (ت:٦٣٠هـ) تعليق : نخبة من العلماء الباحثين مطبعة دار الكتب العربي ، بيروت،الطبعة الاولى

١٨ـ **التاريخ الكبير**،للبخاري (ت:٢٥٦هـ) مطبعة دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولى سنة ـ

١٩ـ **اتحاف الزائر**،لابن عساكر (ت:٦٨٦هـ) تحقيق : حسين محمد علي شكري ، مطبعة دار الارقم ، بيروت ، الطبعة الاولى

٢٠ـ **التذكرة** ، للقرطبي (ت:٦٧١هـ) مطبعة دار الكتب العلمية ، بيروت ، الطبعة الاولى سنة (١٤١٩هـ/١٩٩٨م)

٢١ـ **الترغيب والترهيب** ،للمنذري (ت:٦٥٦هـ) تحقيق : محمد محي الدين عبد

الحميد ، مطبعة السعادة ، الطبعة الاولى سنة (١٣٧٩هـ/١٩٦٠م)

٢٢- **تفسير ابن ابي حاتم** ، (ت: ٣٢٧هـ) تحقيق : اسعد محمد الطيب، مطبعة مكتبة نزار مصطفى الباز ، مكة المكرمة ، الطبعة الثالثة سنة (١٤٢٤هـ/٢٠٠٣م)

٢٣- **تفسير البغوي** ،للامام البغوي (ت: ٥١٦هـ) تحقيق : عبد الرزاق المهدي ، مطبعة دار احياء التراث العربي ، بيروت، الطبعة الاولى سنة (١٤٢٠هـ/٢٠٠٠م)

٢٤- **تفسير الخازن** ،علاء الدين الخازن ، مطبعة دار الكتب العربية الكبرى ، مصر ، الطبعة الاولى سنة .

٢٥- **تفسير الدر المنثور**، للسيوطي (ت: ٩١١هـ) تحقيق : نجدت نجيب ، مطبعة دار احياء التراث العربي ، بيروت ، الطبعةالاولى سنة (١٤٢١هـ/٢٠٠١م)

٢٦- **تفسير روح البيان** ،لامام اسماعيل حقي (ت: ١١٣٧هـ) مطبعة عثمانية ، الطبعة الاولى سنة (١٣٣٠هـ)

٢٧- **تفسير الطبري** ،لابن جرير الطبري (ت: ٣١٠هـ) تحقيق : الدكتور عبد الله التركي ، مطبعة دار عالم الكتب ، بيروت ، الطبعة الاولى سنة (١٣٢٤هـ/٢٠٠٣م)

٢٨- **تفسير القرطبي** ، (ت: ٦٧١هـ) تحقيق : الدكتورعبدالله التركي ، مطبعة مؤسسة الرسالة ، بيروت ، الطبعة الاولى سنة (١٤٢٧هـ/٢٠٠٦م)

٢٩- **التفسير الكبير**، للرازي (ت: ٦٠٦هـ) مطبعة مكتبة النهبة ، مصر، الطبعة الاولى سنة (١٣٥٣هـ/١٩٣٤م)

٣٠- **جلاء الافهام** ،لابن قيم (ت: ٧٥١هـ) تحقيق : زائد احمد النشيري ، مطبعة دار عالم الفوائد، مكة المكرمة ، الطبعة الاولى سنة (١٤٢٥هـ)

٣١- **جمع الجوامع** ، للسيوطي (ت: ٩١١ه) تحقيق : خالد عبد الفتاح شبل ، دار الكتب العلمية ، بيروت، الطبعة الاولى سنة (١٤٢١هـ/٢٠٠٠م)

٣٢- **خلاصة الوفاء باخبار المصطفى ﷺ** ، للسمهودى (ت: ٩١١هـ) مطبعة دار

احياء الكتب العربية القاهرة ، مصر

٣٣ـ **درالثمين في مبشرات النبي الامين ﷺ** ، ولى الله الدهوي (ت:١١٧٦هـ) مطبعة سني دار الاشاعت ، فيصل آباد ، باكستان

٣٤ـ **الدرة الثمينة فى اخبار المدينة** ، لابن النجار (ت:٦٤٣هـ) المطبعة دار الارقم، بيروت

٣٥ـ **دلائل النبوة** ، لابي نعيم الاصفهاني (ت:٤٣٠هـ) مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية ، الهند ، الطبعة الثانية سنة (١٣٦٩هـ/١٩٥٠م)

٣٦ـ **دلائل النبوة** ، للبيهقي (ت:٤٥٨هـ) تحقيق : الدكتور عبد المعطي قلعجي ، مطبعة دار الكتب العلمية ، بيروت، الطبعة الاولى سنة (١٤٠٥هـ/١٩٨٥م)

٣٧ـ **دلائل النبوة** ، للمستغفري (ت:٤٣٢هـ) تحقيق : الدكتور احمد بن فارس ، مطبعة دار النوادر، الكويت ، الطبعة الاولى سنة (١٤٣١هـ/٢٠١٠م)

٣٨ـ **ردالمحتار على الدر المختار** ، لابن عابدين الشامي (ت:١٢٥٢هـ) مطبعة دار الكتب العلمية ، بيروت ، الطبعة الاولى سنة (١٤١٥هـ/١٩٩٤م)

٣٩ـ **الرسالة القشيرية** ،لابي القاسم القشيري ، (ت:٤٦٥هـ) تحقيق : معروف زريق ، مطبعة دار الخير، بيروت ، الطبعة الثالثة سنة (١٤١٦هـ/١٩٩٥م)

٤٠ـ **الروض الانف** ، للسهيلي (ت:٥٨١هـ) تحقيق : عبد الرحمن الوكيل ، مطبعة اداراحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الاولى سنة (١٤١٢هـ/١٩٩٢م)

٤١ـ **سبل الهدى والرشاد** ،للشامي (ت:٩٤٢هـ) تحقيق : شيخ احمد عبد الموجود، مطبعة دار الكتب العلمية ، بيروت،الطبعة الاولى سنة (١٤١٤هـ/١٩٩٣م)

٤٢ـ **سنن ابي داؤد** ، لامام سيلمان بن اشعث (ت:٢٧٥هـ) مطبعة دار السلام ، الرياض، الطبعة الاولى سنة (١٤٢٠هـ/١٩٩٩م)

٤٣ـ **سنن ابن ماجة** ،لامام ابن ماجة (ت:٢٧٣هـ) مطبعة دار السلام ، الرياض،

الطبعة الاولى سنة (١٤٢٠هـ/١٩٩٩م)

٤٤- **سنن الترمذي** ، لامام ابي عيسىٰ الترمذي (ت:٢٧٩هـ) مطبعة دار السلام الرياض، الطبعة الاولى سنة (١٤٢٠هـ/١٩٩٩م)

٤٥- **سنن الدارقطني** ، لامام دار قطني (ت:٣٨٥هـ) تحقيق : السيد عبد الله هاشم اليماني المدني ، مطبعة شركة الطباعة الفنية المتحدة ، الطبعة سنة (١٣٨٦هـ/١٩٦٦م)

٤٦- **سنن الدارمي** ، لامام ابي عبد الله الدارمي (ت:٢٥٥هـ) تحقيق : محمود احمد ، مطبعة دار المعرفة ، بيروت، الطبعة الاولى سنة (١٤٢١هـ/٢٠٠٠)

٤٧- **سنن الكبرى** ، للبيهقي (ت:٤٥٨هـ) مطبعة مجلس دائرة المعارف، حيدرآباد دكن ، الهند ، الطبعة الاولى سنة (١٣٤٤هـ)

٤٨- **سنن النسائي** ، لامام احمد بن شعيب النسائي (ت:٣٠٣هـ) مطبعة دار السلام ، الرياض، الطبعة الاولى سنة (١٤١٦هـ/١٩٩٥م)

٤٩- **السيرة النبوية** ، لامام ابن اسحاق (ت:١٥١هـ) تحقيق : احمد فريد المزيدي، مطبعة دار الكتب العلمية، بيروت ، الطبعة الاولى سنة (١٣٢٤هـ/٢٠٠٤م)

٥٠- **شرح الزرقاني على المواهب اللدنية** ، لامام الزرقاني(ت:١١٢٢هـ) تحقيق : محمد عبد العزيز الخالدي ، مطبعة دار الكتب العلمية ، بيروت ، الطبعة الاولى سنة (١٤٣٠هـ/٢٠٠٩م)

٥١- **شرح السنة** ، للبغوي (ت:٥١٦هـ) تحقيق : شعيب الارناووط، مطبعة المكتبة الاسلامي ، بيروت ، الطبعة الثانية سنة (١٤٠٣هـ/١٩٨٣م)

٥٢- **شرح المواقف** ، لامام السيد علي الجرجاني (ت:٨١٦هـ) تحقيق : محمود عمر الدمياطي ، مطبعة دار الكتب العلمية ، بيروت، الطبعة الاولى سنة (١٤١٩هـ/١٩٩٨م)

٥٣- **شعب الايمان** ، للبيهقي (ت:٤٥٨هـ) تحقيق : ابي هاجر محمد السعيد زغلول،

مطبعة دار الكتب العلمية ، بيروت، الطبعة الاولى سنة (١٤١٠هـ-١٩٩٠م)

٥٤۔ **الشفاء بتعريف حقوق المصطفیٰ ﷺ** ، لامام ابي الفضل القاضي عياض (ت:٥٤٤هـ) مطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر، الطبعة الاخيرة سنة (١٣٦٩هـ/١٩٥٠م)

٥٥۔ **شفاء السقام فی زرياة خير الانام ﷺ** ، للسبكي الشافعي (ت:٧٤٦هـ) مطبعة دائرة المعارف العثمانية ،حيدرآباز دكن ، الهند، الطبعة الثانية سنة (١٣٧١هـ/١٩٥٢م)

٥٦۔ **صحيح البخاري** ، لامام الائمة ابوعبد الله البخارى (ت:٢٥٦هـ) مطبعة دار السلام ، الرياض، الطبعة الثانية سنة (١٤١٩هـ/١٩٩٩م)

٥٧۔ **صحيح ابن حبان** ،لامام ابن حبان (ت:٣٥٤هـ) تحقيق : شعيب الارناووط ، مطبعة مؤسسة الرسالة ،بيروت، الطبعة الثانية سنة (١٣١٣هـ/١٩٩٣م)

٥٨۔ **صحيح ابن خزيمة** ، لامام خزيمة (ت:٣١١هـ) تحقيق : الدكتور محمد مصطفى الاعظمي، مطبعة المكتب الاسلامي ، بيروت ، الطبعة الاولى سنة (١٣٩٥هـ/١٩٧٥م)

٥٩۔ **اصطناع المعروف** ، لامام ابن ابي الدنيا (٢٨١هـ) مطبعة المكتب العصرية ، بيروت ، الطبعة الاولى سنة (١٤٢٦هـ/٢٠٠٦م)

٦٠۔ **عمل اليوم والليلة** ، لامام ابي بكر السني (ت:٣٦٤هـ) تحقيق : عبد القادز احمد عطا ، مطبعة دار المعرفة ، بيروت ، الطبعة سنة (١٣٩٩هـ/١٩٧٩م)

٦١۔ **فضائل الصحابة** ،لامام الائمة احمد بن حنبل (ت:٢٤١هـ) تحقيق : وصي الله محمد عباس، مطبعة مركز البحث العلمي، بجامعة اُم القرى ، مكة المكرمة

٦٢۔ **القول البديع فی الصلاة علی الحبيب الشفيع ﷺ**، للسخاوي (ت:٩٠٢هـ) تحقيق: محمد عوامة ، مطبعة مؤسسة الريان، بيروت، الطبعة الاولى سنة (١٣٢٢هـ/٢٠٠٢م)

٦٣۔ **كتاب القبور**،لامام ابن ابي الدنيا (ت:٢٨١هـ) مطبعة المكتب العصرية، بيروت، الطبعة الاولى سنة (١٤٢٦هـ/٢٠٠٦م)

٦٤۔ **كنز العمال**، لعلي المتقي (ت:٩٧٥هـ) مؤسسة الرسالة ، بيروت، الطبعة الاولى سنة ۔

٦٥۔ **لمعات التنقيح فى شرح مشكاة المصابيح**،لعبد الحق الدهلوي (ت:١٠٥٢هـ) تحقيق : محمد عبد الله المفتي، مطبعة مكتبة المعارف العلمية لاهور، باكستان، الطبعة الاولى سنة (١٣٩٠هـ/١٩٧٠م)

٦٦۔ **ما ثبت من السنة فى ايام السنة** ، لعبد الحق الدهلوي (ت:١٠٥٢هـ) مطبعة محمدي ، لاهور، باكستان، الطبعة الاولى سنة (١٣٠٧هـ)

٦٧۔ **مجمع الزوائد** ، للهيثمي (ت:٨٠٧هـ) تحقيق : عبد الله محمد الدرويش، مطبعة دار الفكر ، بيروت ، الطبعة سنة (١٤١٤هـ/١٩٩٤م)

٦٨۔ **المرقاة فى شرح المشكاة** ،لامام منلا علي القاري (١٠١٤هـ) تحقيق : شيخ جمال عيتاني، مطبعة دار الكتب العلمية ، بيروت، الطبعة الاولى سنة (١٤٢٢هـ/٢٠٠١م) .

٦٩۔ **المستدرک على الصحيحين** ، للحاكم (ت:٤٠٥هـ) تحقيق : عبد السلام علوش، مطبعة دارالمعرفة ، بيروت، الطبعة الاولى سنة (١٤١٨هـ/١٩٩٨م)

٧٠۔ **مسند ابي يعلي** ، لامام احمد بن علي التميمي (ت:٣٠٧هـ) تحقيق : حسين سليم اسد ، مطبعة دار المامون ، دمشق، الطبعة الثانية سنة (١٤١٠هـ/١٩٨٩م)

٧١۔ **مسند الامام احمد** ، لامام احمد بن حنبل (ت:٢٤١هـ) مطبعة دار صادر بيروت، الطبعة الاولى، ومطبعة مؤسسة الرسالة ، بيروت

٧٢۔ **مسند البزار**،لامام ابي بكر احمد البزار (ت:٢٩٢هـ) تحقيق : الدكتور محفوظ الرحمن زين الله ، مطبعة مكتبة العلوم والحكم ، المدينة المنورة ، الطبعة الاولى سنة (١٤١٦هـ/١٩٩٦م)

٧٣- **مسند الفردوس** ، لامام الديلمي (ت:٥٠٩هـ) تحقيق : فواد احمد الزمرلي، مطبعة دار الكتاب العربي، بيروت،الطبعة الاولى سنة (١٤١٧هـ/١٩٨٧م)

٧٤- **مشكاة المصابيح** ، للتبريزي (٧٣٧هـ) تحقيق : ناصر الدين الباني، مطبعة المكتب الاسلامي ، بيروت، الطبعة الثالثة سنة (١٤٠٥هـ/١٩٨٥م)

٧٥- **مصباح الظلام** ،لامام محمد بن موسىٰ المراكشي (ت:٦٨٣هـ) تحقيق : حسين محمد علي شكري ، دار الكتب العلمية ، بيروت

٧٦- **معجم الاوسط** ، لامام الطبراني (ت:٣٦٠هـ) تحقيق : الدكتور محمود الطحان ، مطبعة مكتبة المعارف، الرياض، الطبعة الاولى سنة (١٤٠٥هـ/١٩٨٥م)

٧٧- **معجم الصغير**، لامام الطبراني (ت:٣٦٠هـ) تحقيق : عبد الرحمن محمد عثمان ، مطبعة دار الفكر، بيروت ، الطبعة الاولى سنة (١٤٠١هـ/١٩٨١م)

٧٨- **معجم الكبير**، لامام الطبراني (ت:٣٦٠هـ) تحقيق : حمدي غبد الحميد السلفي، مطبعةالقاهرة ، مصرالطبعة الاولى سنة (١٣٩٨هـ)

٧٩- **المواهب اللدنية** ،لامام القسطلاني (٩٢٣هـ) تحقيق : مامون بن محي الدين الجنان ، مطبعة دار الكتب العلمية ، بيروت، الطبعة الاولى سنة (١٤١٦هـ/١٩٩٦م)

٨٠- **الوفاء باحوال المصطفىٰ ﷺ** ، لامام ابن الجوزي (ت:٥٩٧هـ) تحقيق : مصطفىٰ عبد الواحد ، مطبعة دار المعرفة ، بيروت

٨١- **وفاء الوفاء** ، للسمهودي (ت:٩١١هـ) تحقيق : محمد محي الدين عبد الحميد ، مطبعة السعادة ، مصر، الطبعة الاولى سنة (١٣٧٣هـ/١٩٥٤م)

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں

مدارس حفظ و ناظرہ

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت صبح و رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت صبح اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرِ نگرانی درسِ نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

دارالافتاء

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت مسلمانوں کے روزمرّہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ دراز سے دارالافتاء بھی قائم ہے۔

مفت سلسلہ اشاعت

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے جس کے تحت ہر ماہ مقتدر علماء اہلسنّت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہے۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

ہفتہ واری اجتماع

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے زیرِ اہتمام نور مسجد کاغذی بازار میں ہر پیر کو رات بعد نمازِ عشاء فوراً ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے جس میں مختلف علماء کرام مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

کتب و کیسٹ لائبریری

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے جس میں مختلف علماء اہلسنّت کی کتابیں مطالعہ کے لئے اور کیسٹیں سماعت کے لئے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

روحانی پروگرام

تسکینِ روح اور تقویت ایمان کے لئے شرکت کریں
ہر شبِ جمعہ نمازِ تہجد اور ہر اتوار عصر تا مغرب ختمِ قادریہ اور خصوصی دعا